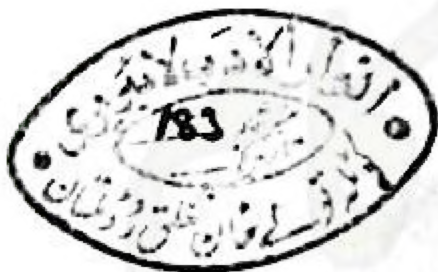

فیصل شہزاد کا نیا کارنامہ
موت کا پھندہ

فیصل شہزاد اور ڈریکولا کا نیا کارنامہ

موت کا پھندہ

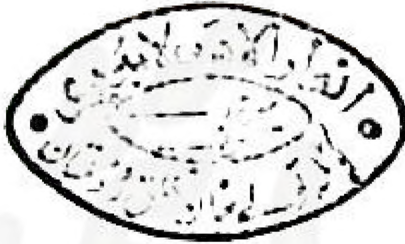
مظہر کلیم ایم اے



یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

ناشران ـــــ اشرف قریشی
ـــــ یوسف قریشی
پرنٹر ـــــ محمد یونس
طابع ـــــ ندیم یونس پرنٹرز لاہور
قیمت ـــــ ۹/ روپے





رضا کاشانی فیصل شہزاد اور ڈریکو کو پچھلی کوٹھی میں چھوڑ کر خود واپس سیدھا اپنے آپریٹنگ روم میں آ گیا۔ اسے خیال آ گیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو شہر میں مسلم اصفہانی کی تلاش پر مامور کر دے ہو سکتا ہے صبح تک اس کے متعلق کوئی اطلاع مل جائے اور پھر اس اطلاع کو سامنے رکھ کر وہ کوئی جامع پروگرام بنا سکیں۔

رضا کاشانی نے اپنی مدد کے لئے تقریباً دس کے قریب مخصوص آدمی رکھے ہوئے تھے جو بظاہر مختلف کام کرتے تھے مگر درپردہ وہ رضا کاشانی کے لئے کام کرتے تھے اور رضا کاشانی

انہیں ان کے کام کا معقول معاوضہ دیتا تھا۔

آپریٹنگ روم میں دو طرف جدید قسم کی مشینیں فٹ تھیں۔ درمیان میں ایک بڑی سی میز تھی جس کے پیچھے ایک اونچی نشست کی کرسی رکھی ہوئی تھی رضا کاشانی کرسی پر بیٹھ گیا اور اس نے میز پر رکھے ہوئے بڑے سے ٹرانسمیٹر پر مخصوص فریکوئنسی سیٹ کرنی شروع کر دی ابھی وہ فریکوئنسی کی سیٹنگ میں مصروف تھا کہ اچانک کمرے میں ہلکی سی سیٹی کی آواز سنائی دی اور یہ آواز سنتے ہی رضا کاشانی بری طرح چونک پڑا۔

سیٹی بجتے ہی کونے میں نصب ایک بڑی سی سکرین خود بخود روشن ہو گئی

"کوئی شخص کوٹھی میں داخل ہوا ہے" رضا کاشانی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا کیونکہ یہ سکرین اس وقت ہی روشن ہوتی تھی جب کوئی کوٹھی میں بغیر اجازت کے داخل ہونے کی کوشش کرتا تھا۔

رضا کاشانی کی نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔

اور پھر سکرین پر بیک وقت پانچ قوی ہیکل نوجوان مختلف اطراف سے کوٹھی کی بیرونی دیواریں پھلانگ کر اندر داخل ہوتے دکھائی دیئے اور رضا کاشانی کے چہرے پر پراسرار سی مسکراہٹ رینگ گئی وہ سمجھ گیا کہ مسلم اصفہانی نے کوٹھی پر حملہ کر دیا ہے مگر وہ جانتا تھا کہ یہ پانچ تو کیا پانچ ہزار آدمی بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکتے تھے۔

رضا کاشانی نے ان پانچ آدمیوں کو دیکھتے ہی میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور بٹن دبتے ہی وہ پانچوں افراد جو اب صحن میں چل رہے تھے ہوا میں اچھل کر زمین پر گرے وہ پانچوں بری طرح ہاتھ پیر مار رہے تھے پھر ان کے جسم تیزی سے گھسٹتے ہوئے عمارت کی طرف چلے آئے رضا کاشانی جانتا تھا کہ غیر مرئی شعاعوں کا جال انہیں گھسیٹے چلا آ رہا ہے۔ اس لئے اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کے آثار نمایاں تھے۔

وہ پانچوں حملہ آور نظر نہ آنے والی شعاعوں

کے جال میں پھنسے گھسٹتے ہوئے ایک کمرے
میں پہنچ گئے اور کمرے کا دروازہ بند ہوتے
ہی وہ جال بھی غائب ہو گیا اور وہ
پانچوں اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ سکرین پر اب
اس کمرے کے منظر کے ساتھ بیرونی منظر بھی
بیک وقت دکھائی دے رہا تھا ان پانچوں
کے چہروں پر حیرت اور بوکھلاہٹ کے تاثرات
نمایاں تھے رضاکاشانی نے بڑی پھرتی سے میز
پر رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر پر ایک فریکونسی تبدیل
کی اور پھر ایک بٹن دبا کر مائیک آن
کر دیا۔

"تم پانچوں کی موت تمہیں یہاں گھیر لائی
ہے" رضاکاشانی نے بھاری مگر سرد لہجے میں
کہا اور وہ پانچوں اس کی آواز سنتے ہی چونک
کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

"کیا تم کالے گلاب سے تعلق رکھتے ہو؟"
رضاکاشانی نے دوبارہ پوچھا وہ دل ہی دل میں
خوش ہو رہا تھا کہ قدرت نے اسے گھر
بیٹھے ایسا کلیو دے دیا ہے جس سے وہ

کالے گلاب کی تنظیم کے خلاف ایک لائن
آف ایکشن بنا سکے گا اسے اپنی جدید ترین
مشینری پر مکمل اعتماد تھا کہ وہ چند لمحوں
میں ان پانچوں سے اصل حقیقت اگلوا لے گا
مگر اس سے پہلے کہ وہ پانچوں کوئی جواب
دیتے کمرے میں موجود ایک اور سکرین روشن
ہو گئی اور رضاکاشانی نے چونک کر اس
سکرین کو دیکھا۔ سکرین پر ایک چھوٹا سا بم
نما گولہ گرتا ہوا نظر آیا رہا تھا وہ گولہ
کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں آ گرا اور ٹوٹ کر
ریزہ ریزہ ہو گیا مگر اس میں سے نہ ہی
کوئی شعلہ نکلا اور نہ ہی کسی دھماکے کی
آواز سنائی دی۔

رضاکاشانی دانت بھینچے غور سے اس گولے
کو دیکھ رہا تھا اس کے چہرے پر الجھن کے
تاثرات تھے اسے اس بے ضرر سے بم کا
مقصد سمجھ میں نہ آ رہا تھا اور پھر اچانک
اس کی نظریں سکرین کے نیچے موجود ایک بلب
پر پڑ گئیں جو تیزی سے جلنے بجھنے لگا تھا۔

اور رضا کاشانی کا کرسی کے ہتھے پر رکھا ہوا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا۔ اس کی انگلیوں نے ہتھے کے آگے لگا ہوا ایک چھوٹا سا بٹن دبا دیا۔

جس لمحے رضا کاشانی نے وہ چھوٹا سا بٹن دبایا عین اسی لمحے ایک خوفناک دھماکہ ہوا یہ دھماکہ سکرین پر نظر آنے والے کمرے میں ہوا تھا اور وہ پانچوں آدمی خوف ناک بموں کی صورت میں پھٹ گئے تھے چونکہ اس کمرے کا تعلق آپریٹنگ روم سے تھا۔ اس لئے پلک جھپکنے میں آپریٹنگ روم بھی خوفناک دھماکے سے پرزہ پرزہ ہو گیا اور ہر طرف آگ ہی آگ پھیل گئی مگر رضا کاشانی خطرے کو بھانپ کر چونکہ پہلے ہی کرسی کے ہتھے کے آگے لگا ہوا بٹن دبا چکا تھا اس لئے جیسے ہی پہلا دھماکہ ہوا اس کی کرسی ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں زمین میں دھنستی چلی گئی اور عین اسی لمحے آپریٹنگ روم بھی خوفناک دھماکوں سے تنکوں کی طرح

بکھر گیا اگر رضا کاشانی کو ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو یقیناً اس کا جسم بھی ہزاروں حصوں میں تبدیل ہو کر آپریٹنگ روم کے ساتھ ہی فضا میں بکھر چکا ہوتا۔

کرسی اتنی تیزی سے زمین میں دھنستی چلی گئی کہ ایک لمحے سے بھی کم عرصے میں وہ اس کمرے سے سو فٹ نیچے ایک اور کمرے میں پہنچ گئی۔ کرسی جیسے ہی فرش میں دھنسی فرش کا وہ حصہ خود بخود بند ہو گیا اس لئے اوپر ہونے والی تباہی کا کوئی اثر نیچے نہ پہنچ سکا رضا کاشانی صحیح سلامت کرسی سمیت ایک بم پروف کمرے میں پہنچ گیا حفاظتی اقدامات کے طور پر اس نے اس قسم کا انتظام پہلے ہی کر رکھا تھا اور اس کی یہ سوچ آج اسے یقینی موت کے پھندے سے نکال لائی تھی۔

جیسے ہی کرسی زمین پر لگی رضا کاشانی اچھل کر کھڑا ہو گیا اور پھر کمرے کے مشرقی کونے کی طرف بھاگتا چلا گیا۔ اس نے کونے کی

جگہ میں ایک مخصوص حصے پر زور سے بوٹ
کی ٹھو ماری اور دیوار کا ایک چھوٹا سا
حصہ کسی کھڑکی کی طرح کھلتا چلا گیا اور
رضا کاشانی تیزی سے دروازہ پار کر گیا دوسری
طرف ایک طویل سرنگ تھی جس میں ایک
طاقتور موٹر سائیکل موجود تھی رضا کاشانی اچھل
کر موٹر سائیکل پر بیٹھا اور پھر اس نے بٹن
دبا کر موٹر سائیکل کا انجن جگایا اور دوسرے
لمحے موٹر سائیکل ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھی
اور آندھی اور طوفان کی طرح سرنگ میں دوڑتی
چلی گئی۔ طویل سرنگ کو تیز رفتار موٹر سائیکل
نے چند ہی لمحوں میں پار کر لیا۔ اور
سرنگ کے اختتام پر موجود دیوار سامنے آ
گئی اسی لمحے موٹر سائیکل کو تیز بریکس
لگیں اور وہ گھسٹتی ہوئی عین دیوار کے
قریب جا کر رک گئی رضا کاشانی اچھل کر
نیچے اترا۔
اس نے پیر مار کر موٹر سائیکل کو سائیڈ
سٹینڈ پر کھڑا کیا اور دیوار کے کونے کے پاس جا

کر نیچے جھکا اور کونے میں ابھری ہوئی
اینٹ کو زور سے دبایا اینٹ کے دبتے ہی
دیوار سرر کی تیز آواز سے ایک طرف ہٹتی
چلی گئی اور رضا کاشانی دوبارہ اچھل کر
موٹر سائیکل پر بیٹھا اور موٹر سائیکل دیوار پار
کر کے آگے بڑھ گئی اب یہ سرنگ نما جگہ اوپر
کی طرف جا رہی تھی اور ایک بار پھر ایک
دیوار سامنے آ گئی جس میں ایک پرانا سا دروازہ
نصب تھا رضا کاشانی نے ایک بار اسی طرح
موٹر سائیکل سے اچھل کر اسے سٹینڈ پر کھڑا
کیا اور دروازے کے قریب جا کر اس کے
نچلے حصے میں بنے ہوئے لکڑی کے پھول کو
مخصوص انداز میں دائیں بائیں گھمایا اور دروازہ ایک
چرچراہٹ سے کھلتا چلا گیا اب دوسری طرف
سڑک تھی جس پر بے شمار لوگ چیختے ہوئے
دوڑے چلے جا رہے تھے۔
رضا کاشانی دروازے سے موٹر سائیکل پر سوار
ہو کر باہر نکلا اور تیزی سے آگے بڑھتا
چلا گیا اس کی نظریں ایک لمحے کے لئے دائیں

طرف کو اٹھ گئیں جہاں اس کی سرخ کوٹھی
آگ اور دھوئیں میں لپٹی ہوئی تھی مگر دوسرے
لمحے اس نے منہ پھیر لیا اسے معلوم تھا کہ
وہ خوفناک گولا ضرور مسلم اصفہانی نے خود پھینکا
ہوگا کیونکہ اب وہ اس کی کارکردگی اور اصل
نوعیت کو سمجھ چکا تھا مسلم اصفہانی نے اسے
تباہ کرنے کے لئے بہت خوفناک داؤ کھیلا تھا
اور اپنے پانچ آدمیوں کی قربانی دے ڈالی تھی۔

اسی لمحے اسے ایک ویگن سٹارٹ ہو کر تیزی
سے شہر کی طرف جاتی دکھائی دی اور پھر
اپنے فیصل شہزاد کے ساتھی ڈیکولا کو اچھل کر
ویگن کی چھت پر چڑھتے دیکھا۔ ایک لمحے سے
بھی کم عرصے میں وہ سمجھ گیا کہ اس ویگن میں
مسلم اصفہانی یا وہ آدمی موجود ہوگا جس نے بم
پھینکا ہے اور یہ تینوں جاسوس اس کے پیچھے
لگ گئے ہیں اس کے چہرے پر آسودہ سی
مسکراہٹ دوڑ گئی اسے ان لڑکوں کی بے پناہ
چستی پھرتی اور بے پناہ کارکردگی بے حد پسند
آئی تھی کہ کوٹھی تباہ ہوتے ہی وہ باہر آ

گئے تھے اور صرف تماشا دیکھنے کی بجائے وہ
مجرم کے پیچھے لگ گئے تھے اس نے موٹر سائیکل
اس ویگن کے پیچھے ڈال دی چونکہ سڑک پر
بے پناہ گاڑیاں دوڑ رہی تھیں اس لئے اسے
اطمینان تھا کہ ویگن ڈرائیور اسے چیک نہ کر سکے
گا ویسے بھی وہ کچھ فاصلے سے تعاقب کر
رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سڑک ذرا سی گہرائی میں
اتری تو رضا کاشانی نے ویگن کی چھت پر موجود
ان تینوں پاکستانی جاسوسوں کو دیکھ لیا اور اس
کے ہونٹ سیٹی بجانے کے سے انداز میں کھل
گئے اس کا خیال درست نکلا تھا۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد ویگن ایک
مضافاتی کالونی میں داخل ہوئی اور پھر ایک کافی
بڑی کوٹھی کے گیٹ پر جا کر رک گئی رضا کاشانی
اسی رفتار سے موٹر سائیکل دوڑاتا ہوا آگے بڑھتا
چلا آیا ویگن کا ہارن تین بار مخصوص انداز میں
بجا اور اس کے ساتھ ہی کوٹھی کا پھاٹک خود بخود
کھلتا چلا گیا اور رضا کاشانی نے بیک مرر میں
ویگن کو کوٹھی کے اندر جاتے دیکھا لڑکے ابھی تک

طرف کو اٹھ گئیں جہاں اس کی سرخ کوٹھی آگ اور دھوئیں میں لپٹی ہوئی تھی مگر دوسرے لمحے اس نے منہ پھیر لیا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ خوفناک گولہ ضرور مسلم اصفہانی نے خود پھینکا ہوگا کیونکہ اب وہ اس کی کارکردگی اور اصل نوعیت کو سمجھ چکا تھا۔ مسلم اصفہانی نے اسے تباہ کرنے کے لئے بہت خوفناک داؤ کھیلا تھا اور اپنے پانچ آدمیوں کی قربانی دے ڈالی تھی۔

اسی لمحے اسے ایک ویگن سٹارٹ ہو کر تیزی سے شہر کی طرف جاتی دکھائی دی اور پھر اسے فیصل شہزاد کے ساتھی ڈیکولا کو اچھل کر ویگن کی چھت پر چڑھتے دیکھا۔ ایک لمحے سے بھی کم عرصے میں وہ سمجھ گیا کہ اس ویگن میں مسلم اصفہانی یا وہ آدمی موجود ہوگا جس نے بم پھینکا ہے اور یہ تینوں جاسوس اس کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ اس کے چہرے پر آسودہ سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اسے ان لڑکوں کی بے پناہ چستی پھرتی اور بے پناہ کارکردگی بے حد پسند آئی تھی کہ کوٹھی تباہ ہوتے ہی وہ باہر آ گئے تھے اور صرف تماشا دیکھنے کی بجائے وہ مجرم کے پیچھے لگ گئے تھے۔ اس نے موٹر سائیکل اس ویگن کے پیچھے ڈال دی چونکہ سڑک پر بے پناہ گاڑیاں دوڑ رہی تھیں اس لئے اسے اطمینان تھا کہ ویگن ڈرائیور اسے چیک نہ کر سکے گا ویسے بھی وہ کچھ فاصلے سے تعاقب کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سڑک ذرا سی گہرائی میں اتری تو رضا کاشانی نے ویگن کی چھت پر موجود ان تینوں پاکستانی جاسوسوں کو دیکھ لیا اور اس کے ہونٹ سیٹی بجانے کے سے انداز میں کھل گئے اس کا خیال درست نکلا تھا۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد ویگن ایک مضافاتی کالونی میں داخل ہوئی اور پھر ایک کافی بڑی کوٹھی کے گیٹ پر جا کر رک گئی رضا کاشانی اسی رفتار سے موٹر سائیکل دوڑاتا ہوا آگے بڑھتا چلا آیا ویگن کا ہارن تین بار مخصوص انداز میں بجا اور اس کے ساتھ ہی کوٹھی کا پھاٹک خود بخود کھلتا چلا گیا اور رضا کاشانی نے بیک مرر میں ویگن کو کوٹھی کے اندر جاتے دیکھا لڑکے ابھی تک

ویگن کی چھت پر ہی موجود تھے۔

رضا کاشانی نے اگلے چوک پر پہنچ کر موٹر سائیکل ایک گھنے درخت کے نیچے روک دیا اور خود اتر کر ایک سائیڈ روڈ سے ہوتا ہوا اس کوٹھی کے عقب میں نکل آیا رات ہونے کی وجہ سے ہر طرف ہو کا عالم تھا اور گلیاں سنسان پڑی ہوئی تھیں رضا کاشانی نے کوٹھی کے عقب میں پہنچ کر ادھر اُدھر دیکھا اور پھر اس کا جسم یوں فضا میں اونچا ہوتا چلا گیا جیسے وہ کوئی ہلکا پھلکا سا پرندہ ہو۔ دوسرے لمحے وہ کوٹھی کی عقبی دیوار پر پڑا ہوا تھا، چند لمحوں تک وہ وہیں پڑا اندر کا جائزہ لیتا رہا یہ کوٹھی کا پائیں باغ تھا اور یہاں مختلف قسم کے درخت اور پھول دار پودے موجود تھے کوٹھی کے سامنے کی سمت کچھ لوگوں کی آوازیں آ رہی تھیں مگر اس طرف کوئی نہ تھا اس نے دیوار پر دونوں ہاتھ ٹکا کر اپنے جسم کو نیچے کی طرف لٹکایا اور پھر ہاتھ چھوڑ دیئے ہلکا سا دھماکہ ہوا اور وہ ایک دم باڑ کے نیچے

رک گیا۔

چند لمحے مزید انتظار کرنے کے بعد وہ اٹھا اور پھر دبے قدموں دوڑتا ہوا اصل عمارت تک پہنچ گیا عمارت کی سائیڈ میں سے ہوتا ہوا وہ سامنے کی سمت آیا تو اس نے ایک کرخت آواز سنی۔

انہیں باس کے پاس لے چلو میرے خیال میں یہ وہی جاسوس ہیں جنہوں نے تنظیم کو نچا رکھا ہے ایک آدمی کرخت لہجے میں بول رہا تھا رضا نے برآمدے کی سائیڈ سے جھانک کر دیکھا تو اسے سامنے پورچ میں فیصل شہزاد اور ڈریکولا ہاتھ اٹھائے کھڑے نظر آئے جبکہ ان کے گرد پانچ مسلح افراد ہاتھوں میں مشین گنیں سنبھالے کھڑے تھے۔

اور پھر ان میں سے تین انہیں دھکیلتے ہوئے عمارت کے اندر لیتے چلے گئے جب کہ ایک مسلح شخص وہیں ویگن کے پاس ہی کھڑا رہ گیا۔

رضا کاشانی سمجھ گیا کہ تینوں جاسوس بُری طرح پھنس گئے ہیں اور اگر فوری طور پر انہیں بچانے کی

کوئی تدبیر نہ کی گئی تو پھر ان کا بچنا محال
ہے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ سوچ رہا
تھا کہ نجانے عمارت کے اندر کتنے افراد
ہوں گے بہرحال کچھ تو کرنا ہی تھا اس لیے
اس نے ایک کنکر اٹھا کر برآمدے کے ستون پر
زور سے مارا کنکر کے لگنے سے ٹک سی آواز پیدا
ہوئی اور مسلح شخص جو ویگن کے قریب کھڑا
تھا آواز سنتے ہی چونک پڑا ایک لمحے کے لئے
اس نے ستون کی طرف دیکھا پھر بڑے چوکنے
انداز میں چلتا ہوا وہ اس سائیڈ پر بڑھتا چلا
گیا برآمدے کے ستون کی آڑ میں جیسے ہی وہ پہنچا
رضا پھرتی سے ستون کی دوسری طرف ہو گیا
اور پھر جیسے ہی وہ ستون سے ایک قدم آگے
بڑھا اس کی پشت رضا کی طرف ہو گئی رضا
زخمی چیتے کی طرح اس پر جھپٹ پڑا اس نے
ایک بازو انتہائی پھرتی سے اس کے گلے میں
ڈالا اور دوسرا اس کی کمر میں ڈال کر اسے
گھسیٹتا ہوا عمارت کی سائیڈ میں دبتا چلا گیا اس
آدمی نے جھکائی دے کر اپنے آپ کو رضا کی

گرفت سے بچانا چاہا مگر رضا کاشانی ناگ کی
طرح اس سے لپٹا ہوا تھا رضا کاشانی کی
اس کی گردن کے گرد گرفت اتنی سخت تھی
کہ اس آدمی کے حلق سے آواز تک نہ
نکل سکی۔ عمارت کی سائیڈ میں پہنچتے ہی
رضا نے اپنے بازو کو مخصوص انداز میں زور
دار جھٹکا دیا۔ ہلکی سی چیخ کی آواز ابھری
اور مسلح آدمی یک لخت ڈھیلا پڑتا
چلا گیا اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی
چند لمحے پھڑکنے کے بعد وہ اس کے بازوؤں
میں ہی جھول گیا رضا کاشانی اسی طرح اس
کے جسم کو اٹھائے تیزی سے بائیں ہاتھ
کی طرف بڑھتا چلا گیا اور اس نے اسے
ایک بڑی جھاڑی کے پیچھے پھینک دیا۔ اور
اس کی مشین گن اٹھائے وہ واپس عمارت کی
سائیڈ میں آ گیا جہاں اس نے پانی کا
ایک چوڑا سا پائپ اوپر چھت کی طرف جاتے
دیکھا تھا مشین گن کاندھے سے لٹکائے وہ
پائپ پر اتنی تیزی سے چڑھتا چلا گیا کہ

بندر بھی اس کی پھرتی سے شرما جائے
چند لمحوں بعد وہ کوٹھی کی چھت پر تھا
چھت پر پہنچتے ہی وہ سیڑھیوں کے دروازے
کی طرف بڑھا اور پھر سیڑھیاں اتر کر وہ
ایک سائیڈ میں گھستا چلا گیا جہاں اسے پچھلی
منزل کے کمروں کے روشندان نظر آ گئے تھے
ان میں سے ایک روشندان سے نہ صرف روشنی
آ رہی تھی بلکہ کسی کے چیخنے چلانے کی
آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں رضا کاشانی
بلی کی طرح محتاط انداز میں چلتا ہوا
آگے بڑھا اور پھر اس نے روشندان کی
سائیڈ سے اس کے اندر جھانکا تو بری طرح
چونک پڑا اس نے انتہائی پھرتی سے مشین
گن کاندھے سے اتاری اور پھر روشندان کی
چوکھٹ کو ذرا سا کھول کر اس نے مشین گن
کی نال چوکھٹ میں لگائی اور اس کی انگلی
تیزی سے ٹریگر پر پہنچ گئی۔

مسلم اصفہانی مسلح شخص کی رہنمائی میں
آگے بڑھتا ہوا ایک بڑے سے کمرے میں
پہنچ گیا جہاں ایک صوفے پر ایک طویل قامت
شخص منہ پر نقاب چڑھائے بیٹھا ہوا تھا
اس کے پیچھے دو مشین گنوں سے مسلح
افراد بڑے چوکنے انداز میں کھڑے تھے
"مسلم اصفہانی سلام عرض کرتا ہے" مسلم
اصفہانی نے بڑے عاجزانہ لہجے میں کمرے میں
پہنچتے ہی سلام کرتے ہوئے کہا۔
"بیٹھو" اس نقاب پوش نے انتہائی کرخت
مگر سرد لہجے میں کہا اور مسلم اصفہانی سامنے
والی کرسی پر مؤدبانہ انداز میں بیٹھ گیا۔
"تم یہاں کیوں آئے ہو تمہیں معلوم

خوفناک جاسوس مسلم اصفہانی نے بڑی طرح
رڑپتے ہوئے جواب دیا۔
"اوہ تم تو کہہ رہے تھے کہ تم نے
انہیں مار ڈالا ہے اور یہ تمہاری دم سے
لگے ہوئے ہیں" نقاب پوش نے اچھل کر
کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔
"ہم میں کیا کہوں باس یہ یقیناً انسان
نہیں بھوت ہیں" مسلم اصفہانی کی آواز بڑی
طرح لڑکھڑا رہی تھی۔
"تم اس ویگن تک کیسے پہنچے" نقاب پوش
نے اس بار براہ راست فیصل شہزاد سے
مخاطب ہو کر پوچھا۔
"اپنے قدموں پر چل کر ہم ویگن تک پہنچے
تھے" شہزاد نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب
دیا۔
"شٹ اپ تم نہیں جانتے میں کون ہوں یہ
مسلم اصفہانی ہے احمق بے وقوف جس کے
ہاتھوں تم ابھی تک بچے ہوئے ہو میں تمہیں
مچھر کی طرح مسل دوں گا" نقاب پوش نے

بڑی طرح چیختے ہوئے کہا۔
"نمرود نے بھی خدائی کا دعویٰ کیا تھا
لیکن ایک مچھر نے ہی اسے سر پر
جوتے کھانے پر مجبور کر دیا تھا اس سلئے
مسٹر نقاب پوش مچھر کو حقیر نہیں کہنا چاہیئے"
شہزاد کا لہجہ پہلے سے بھی زیادہ اطمینان
بھرا تھا۔
"انہیں گولی مار دو بھون ڈالو پرزہ پرزہ
کر دو" اچانک نقاب پوش نے حلق کے بل
چیختے ہوئے کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ اس
کا فقرہ مکمل ہوتا اچانک سامنے کھڑا ہوا ڈھکوا
بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور
دوسرے لمحے وہ نقاب پوش کو اپنے ساتھ
گھسیٹتا ہوا کونے میں جا گرا شہزاد نے انتہائی
پھرتی سے چھلانگ لگائی اور وہ ایک آدمی کے
ہاتھ سے مشین گن چھینتا ہوا ایک اور صوفے
کے پیچھے جا گرا جبکہ فیصل کو اور کچھ نہ سوجھا
تو اس نے انتہائی پھرتی کے ساتھ مسلم
اصفہانی کو دھکا دیا اور وہ قریبی صوفے کے

پیچھے کسی بل کی طرح گھستا چلا گیا۔
ان تینوں نے یہ حرکت اتنی تیزی اور پھرتی سے کی تھی کہ پلک جھپکنے میں وہ اپنا کام کر گزرے اور مشین گن بردار مشین گن ہی سیدھی کرتے رہ گئے۔
نیچے گرتے ہی ڈریکولا نے اپنے جسم کو زوردار جھٹکا دیا اور پھر وہ کسی لٹو کی طرح گھوم گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نقاب پوش اس کے بازوؤں میں جکڑا ہوا اس کے سامنے آ گیا۔
ادھر شہزاد نے صوفے کے پیچھے پہنچتے ہی مشین گن کا فائر کھول دیا اور دوسرے لمحے کمرے میں دو افراد چیخ مار کر پیچھے کی طرف الٹ گئے۔ باقی تین افراد نے بے تحاشا فائرنگ شروع کر دی مگر مضبوط صوفے نے ان کی سب گولیوں کو بے کار کر دیا۔
"فائرنگ روک دو ورنہ تمہارے چیف باس کی گردن توڑ دوں گا" ڈریکولا نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے نقاب

پوش کی گردن کو زوردار جھٹکا دیا۔
"رک جاؤ رکو" نقاب پوش کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی مگر شاید مشین گن بردار سچویشن کے اچانک بدلنے سے پاگل ہو گئے تھے۔ انہوں نے فائرنگ نہ روکی۔
ادھر مسلم اصفہانی نے جو ایک طرف کھڑا تھا ایک اور خطرناک حرکت کی اس نے انتہائی پھرتی سے وہ صوفہ ہی اٹھا کر الٹ دیا جس کے پیچھے شہزاد اور فیصل چھپے ہوئے تھے صوفے کے اچانک ہٹنے سے شہزاد اور فیصل دونوں مشین گنوں کی زد میں آ گئے مگر اس سے پہلے کہ نئی سچویشن کو دیکھتے ہوئے تینوں مسلح افراد ان پر فائرنگ کھولتے اچانک اوپر روشندان سے فائرنگ ہوئی اور وہ تینوں مسلح افراد چیخیں مارتے ہوئے الٹ گئے باقی کسر شہزاد کی مشین گن نے پوری کر دی اور ان تینوں کے جسم بھرتہ بن گئے۔
مسلم اصفہانی نے ان تینوں پر فائرنگ ہوتے دیکھا اچانک چھلانگ لگائی اور پھر وہ پلک جھپکنے

میں دروازے سے باہر غائب ہو گیا۔

اُس نقاب پوش کو قابو میں رکھنا میں آیا روشندان سے رضا کاشانی کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی اور شہزاد نے آگے بڑھ کر مشین گن نقاب پوش کے سینے پر رکھ دی۔

"مجھے چھوڑ دو میں بھاگوں گا نہیں" نقاب پوش نے خلاف توقع اطمینان بھرے لہجے میں کہا

"چھوڑ دو اسے ڈریکولا اب یہ کہاں بھاگے گا" شہزاد نے کہا

"جی آقا" ڈریکولا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ نقاب پوش کو چھوڑ کر ایک طرف ہٹتا چلا گیا نقاب پوش ہٹتا ہوا پچھلی دیوار سے ٹیک گیا۔

"تم واقعی بے حد دلیر لڑکے ہو" نقاب پوش نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"ابھی تم ہماری دلیری دیکھو گے تو عش عش کر اٹھو گے" شہزاد نے مسکراتے ہوئے کہا مگر دوسرے لمحے نقاب پوش نے جو دیوار سے ٹیکا کھڑا تھا اپنی ایڑی غیر مرئی طور پر

دیوار پر ماری اور جس جگہ وہ نقاب پوش دیوار سے لگا ہوا تھا دیوار کا وہ حصہ اچانک کسی لٹو کی طرح گھوم گیا اور اس سے پہلے کہ شہزاد مشین گن کا ٹریگر دباتا دیوار گھوم کر برابر ہو چکی تھی اور نقاب پوش دیوار کے پیچھے غائب ہو چکا تھا۔

"اوہ حیرت انگیز" شہزاد نے حیرت بھرے انداز میں کہا اور اسی لمحے رضا کاشانی ہاتھ میں مشین گن پکڑے اندر داخل ہوا۔

"کہاں ہے نقاب پوش" رضا نے آتے ہی ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ نکل گیا" شہزاد نے جواب دیا اور پھر اس نے رضا کو بتایا کہ کس طرح وہ انہیں چکر دے کر نکل جانے میں کامیاب ہوا ہے

"تو جلدی چلو کہیں کسی اور چکر میں نہ پھنس جائیں وہ مسلم بھی نکل گیا ہے" رضا نے تیز لہجے میں کہا اور پھر دوڑتا ہوا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا اس کے پیچھے وہ تینوں بھی دوڑے اور چند لمحوں بعد وہ دوڑتے ہوئے

پھاٹک کے پاس پہنچے اور رضا نے انتہائی پھرتی سے پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھولی اور باہر نکل گیا اس کی پیروی ان تینوں نے بھی کی. اور دوڑتے ہوئے مین روڈ پر آ گئے جہاں ہر طرف اندھیرے کے ساتھ ساتھ ویرانی سی چھائی ہوئی تھی.

"میرے ساتھ آؤ جلدی کرو" رضا کاشانی نے کہا اور تیزی سے دائیں طرف دوڑتا چلا گیا ظاہر ہے وہ تینوں بھی اس کی پیروی کے سوا اور کیا کر سکتے تھے؟

مسلم اصفہانی بے چینی کے عالم میں کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اس کا چہرہ ہر لمحے رنگ بدل رہا تھا کبھی تو وہ مطمئن نظر آتا اور کبھی بے حد بے چین اور پریشان. کبھی وہ غصے سے دانت پیسنے لگتا اور کبھی اس کے چہرے پر بشاشت دوڑ جاتی وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ آخر اس کا کن بھوتوں سے پالا پڑ گیا ہے جو کسی طور نہ قابو آتے ہیں نہ مرتے ہیں جب سے ان شیطان لڑکوں نے اصفہان کی سرزمین پر قدم رکھا ہے مسلم اصفہانی کا ایک ایک لمحہ عذاب میں گزرنے لگا ہے وہ سوچ رہا تھا کہ کاش وہ

انہیں دیکھتے ہی گولی مار دیتا کبھی تو یہ
خیال آتا کہ کاش جب یہ لڑکے براہ راست
اس سے چیف آف سیکرٹ سروس کے طور
پر ملے تھے اس وقت وہ مصلحت سے
کام لیتا اور انہیں اپنے قابو میں رکھتا
لیکن اب تو وقت ہاتھ سے نکل گیا تھا
اور ان لڑکوں نے پوری تنظیم کو جو کئی
سیکشنوں پر مشتمل تھی اور جس کی دھاک پوری
دنیا پر بیٹھی ہوئی تھی تگنی کا ناچ نچا
کر رکھ دیا ہے۔

اسے بار بار خیال آتا تھا کہ اس نے پانچ
آدمی بھی ضائع کئے۔ رضا کاشانی کی کوٹھی بم
بموں سے اڑا دی لیکن نتیجہ کیا ہوا کہ
وہ اس کی دم سے لگے چیف باس کی
کوٹھی میں پہنچ گئے اور بڑی مشکل سے اس
نے اپنی جان بچائی اور نہ جانے چیف
باس کا کیا حشر ہوا ہو۔

اب اس کے لئے سب سے بڑا مسئلہ بھی
یہی تھا کہ دوسرے تین بڑوں کو چیف باس

کے پھنسنے کی اطلاع کیسے دے لیکن تنظیم کے
اصولوں کے مطابق اسے اطلاع دینی چاہئے
تھی بہرحال سوچ سوچ کر آخرکار اس نے
یہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ اطلاع دے ہی
دے اس کے ساتھ تو جو ہوگا سو ہوگا
لیکن ہوسکتا ہے کہ فوری طور پر چیف باس
کی جان بچائی جا سکے چنانچہ اس نے الماری
کھول کر اس میں سے ایک ٹرانسمیٹر نکال کر
میز پر رکھا اور پھر فریکوئنسی تبدیل کرنے
کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ٹرانسمیٹر میں
سے اچانک سیٹی کی آواز نکلنے لگی مسلم
اصفہانی بری طرح چونک پڑا۔ ظاہر ہے وہ سمجھ
گیا کہ چار بڑوں میں سے کسی نے اسے کال
کیا ہے چند لمحوں تک بت بنا کھڑا رہنے
کے بعد آخرکار اس نے اپنے ہاتھوں سے
بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو چار بڑے کالنگ" اوور دوسری
طرف سے ایک کرخت آواز گونجی۔

"مسلم اصفہانی سپیکنگ فرام دس اینڈ اوور

مسلم اصفہانی نے بجھے بجھے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مسلم اصفہانی تمہاری کارکردگی انتہائی مایوس کن جا رہی ہے تمہاری وجہ سے ایک چیف باس بھی پھنس گیا تھا یہ تو اس نے اپنے ذہن سے کام لیتے ہوئے اپنے آپ کو بچا لیا ورنہ تم تو اسے دشمنوں کے نرغے میں چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے اوور" بولنے والے کا لہجہ بے حد کرخت تھا۔

"جناب پوزیشن ہی ایسی تھی اور مجھے یقین تھا کہ چیف باس تو ناقابل تسخیر ہیں۔ اس لئے میں نے ایسا کیا ہے ورنہ اگر میرے ذہن میں ذرا سا بھی خدشہ ہوتا تو میں اپنی جان دے کر بھی انہیں بچا لیتا اوور" مسلم اصفہانی اب خوشامد پر اتر آیا۔

"بہرحال تمہارے بارے میں اور ان حقیر جاسوسوں کی تنظیم کے خلاف کارکردگی کا تفصیلی جائزہ لینے کے لئے چار بڑوں کی ایمرجنسی میٹنگ کال کر لی گئی ہے۔ اس میٹنگ میں تمہارا فیصلہ بھی

کیا جائے گا۔ تم دس منٹ بعد انٹر نیل ویژن آن کر دینا تاکہ تم بھی انٹر نیل ویژن کے ذریعے میٹنگ میں شریک ہو سکو اوور" دوسری طرف سے بولنے والے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب اوور" مسلم اصفہانی نے مردہ سے لہجے میں کہا۔

"اوور اینڈ آل" دوسری طرف سے کہا گیا اور مسلم اصفہانی نے بٹن آف کر دیا۔ دوسرے لمحے وہ سر پکڑ کر کرسی پر یوں ڈھیر ہو گیا جیسے اچانک اس کے جسم سے روح نکل گئی ہو۔ مسلم اصفہانی چار بڑوں کے متعلق اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ لوگ غلطی کرنے والوں کو کسی طور بھی معاف نہیں کرتے اب اسے اپنی موت صاف دکھائی دے رہی تھی ایک لمحے کے لئے اسے خیال آیا کہ وہ کسی طرح یہاں سے فرار ہو جائے مگر دوسرے لمحے یہ خیال دل سے نکال دیا کیونکہ وہ تنظیم کے متعلق اچھی طرح جانتا تھا کہ تنظیم کے

شکاری کے تجربے سے بھی اس کی لاش ڈھونڈ نکالیں گے وہ ان سے بچ کر دنیا کے کسی گوشے میں بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔

یہی سوچتے سوچتے آخر کار دس منٹ گزر گئے اور اس نے کرسی سے اٹھ کر کمرے کی درمیانی الماری کھولی اور پھر اس کے اندر لگے ہوئے ہک کو نیچے کی طرف زور سے دبایا دوسرے لمحے الماری کی پشت دروازے کی طرح کھلتی چلی گئی اور مسلم اصفہانی اس دروازے سے گزر کر ایک سرنگ نما راہداری میں پہنچ گیا اس راہداری کے آخر میں ایک بڑا سا لوہے کا دروازہ تھا مسلم اصفہانی نے دروازے کے مخصوص حصے پر اپنا بایاں انگوٹھا رکھ کر جیسے ہی دبایا۔

دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا اور مسلم اصفہانی اندر داخل ہو گیا اس کے اندر جاتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو گیا اس کمرے کی شمالی دیوار پر پوری دیوار کی لمبائی چوڑائی کی ایک بہت

بڑی سکرین نصب تھی اور کمرے کے درمیان ایک میز اور اس کے پیچھے کرسی پڑی تھی، میز اور کرسی کا رُخ اسی سکرین کی طرف تھا یہ انٹر ٹیلی ویژن تھا جس کے آن ہوتے ہی وہ چار بڑوں کی میٹنگ میں یہیں بیٹھے بیٹھے شامل ہو سکتا تھا اور اسے یہ بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کمرے کا کنٹرولنگ پوائنٹ چار بڑوں کے پاس بھی ہے وہ اگر چاہیں تو وہیں بیٹھے بیٹھے مسلم اصفہانی کو اسی کمرے میں موت کے گھاٹ اتار سکتے ہیں دوسرے لفظوں میں یہ سکرین مسلم اصفہانی کے لئے موت کا پھندا بھی ثابت ہو سکتی تھی۔

مسلم اصفہانی خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا اس کی حالت اس جواری جیسی تھی جو اپنا سب کچھ لٹا کر بس آخری داؤ لگا رہا ہو کہ یا تو اس داؤ میں اپنی زندگی بھی ہار بیٹھتا یا پھر اسے سب کچھ واپس مل جائے گا۔

مسلم اصفہانی نے میز کے کنارے پر لگا ہوا بٹن آن کر دیا دوسرے لمحے اس چوڑے

سکرین پر روشنی کی لہریں کوندنے لگیں اور دھماکے سے ہونے لگے اور پھر پوری سکرین روشن ہو گئی سکرین پر اب ایک بہت بڑی میز کے پیچھے چار نقاب پوش بیٹھے ہوئے تھے ان کے نقاب گہرے سرخ رنگ کے تھے یہ ایمرجنسی میٹنگ کی نشانی تھی اور یہ نقاب اس وقت لگائے جاتے تھے جب چار بڑوں نے کوئی اہم فیصلہ کرنا ہو۔

"مسلم اصفہانی حاضر ہے جناب" مسلم اصفہانی نے اپنے لہجے میں جبراً گرمجوشی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"مسلم اصفہانی ان غیر ملکی جاسوسوں کی ایران میں آمد سے لے کر اب تک کی تمام رپورٹ تفصیل سے بتاؤ" چار بڑوں میں سے ایک نے کرخت لہجے میں اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔

اور مسلم اصفہانی نے آدھے گھنٹے تک مسلسل بول کر فیصل شہزاد کی آمد سے لے کر اب تک کے حالات پوری تفصیل سے بتائے اس نے تمام واقعات کا اور اپنی کارکردگی کا تفصیلی ذکر کیا کہ کس طرح وہ یہاں آتے ہی اس کے

سامنے پیش ہوئے جبکہ وہ سیکرٹ سروس کا سربراہ تھا لیکن اس نے انہیں بچے سمجھتے ہوئے بری طرح دھتکار دیا لیکن پھر سیکشن نمبر ۲ کی انچارج مس لیلیٰ کی طرف سے اطلاع ملی کہ وہ اس تک پہنچ گئے ہیں چنانچہ انہیں اغوا کر کے ہیڈ کوارٹر لایا گیا۔ میں نے ان سے سیکشن نمبر ۲ تک پہنچنے کا کلیو معلوم کرنے کے لئے تشدد کیا لیکن عین اس وقت ان کا تیسرا ساتھی وہاں ٹپک پڑا اور پھر ایک خوفناک جنگ کے بعد اسے موت کے کنوئیں میں پھینک دیا گیا اسی جنگ میں مس لیلیٰ ماری گئی جب میں انہیں موت کے کنوئیں میں بجلی کے تاروں پر گرانے لگا تو اچانک فیروزہ وہاں پہنچ گئی اور اس نے عین موقع پر مشین بند کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آرے فوراً دیواروں میں چلے گئے اور وہ نیچے گڑھ میں جا گرے مس فیروزہ کو میں نے مار ڈالا۔

گڑھ جس سے کسی کا زندہ بچ نکلنا محال تھا اس سے یہ شیطان نکل جانے میں کامیاب ہو

گئے میں نے پوری تنظیم کو ان کی تلاش میں
لگا دیا لیکن وہ کسی کے ہاتھ نہ آسکے پھر
اطلاع ملی کہ وہ ایک تھانے میں پہنچ گئے
جہاں سے پولیس کی نگرانی میں انہیں وزیراعظم
کے پاس پہنچایا جا رہا ہے جس پر میں نے
مرڈر سیکشن کو ان کے قتل کرنے کی ہدایت
کی مرڈر سیکشن نے جیپ اڑا دی چنانچہ میں
خود اس کی اطلاع دینے کہ یہ جاسوس ہلاک ہو
چکے ہیں پرائم منسٹر آفس پہنچ گیا وہاں جا کر
اطلاع ملی کہ وہ پھر بچ نکلے ہیں چنانچہ میں
وزیراعظم سے کہہ کر خود انہیں لینے کے
لئے پہنچ گیا تاکہ انہیں وزیر اعظم تک پہنچنے سے
پہلے ہلاک کر دیا جائے چنانچہ میں انہیں اپنی کار
میں قید کر کے ہیڈ کوارٹر لے آیا وہاں میں نے
انہیں گولیوں سے اڑا دینے کا ارادہ کیا مگر یہ الٹا مجھے
قید کر کے کار سمیت نکل گئے جس پر مرڈر سیکشن
نے ان پر ریڈ کیا گیا۔ اور مجھے ان کے پنجے
سے نکال کر ان پر فائرنگ کر دی مگر وہ
نہ صرف خود بچ گئے بلکہ انہوں نے مرڈر

سیکشن کے آدمیوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ وہاں سے
میں ہیڈ کوارٹر واپس آ گیا جہاں مجھے اطلاع ملی
کہ وہ نہ صرف وزیراعظم ہاؤس پہنچ گئے ہیں
بلکہ وزیراعظم صاحب نے مشہور جاسوس رضا کاشانی
کو بھی بلا لیا ہے اور پھر یہ شیطان رضا کاشانی
کے ساتھ اس کی کوٹھی پہنچ گئے ہیں جس
پر میں نے مرڈر سیکشن کے پانچ افراد کے
جسموں میں ایبولا تھرٹی، انجکٹ کر کے انہیں
رضا کاشانی کی کوٹھی میں داخل کر دیا اور خود
باہر سے اپڈنگ بم اندر پھینک دیا اس وقت
یہ تینوں اور رضا کاشانی یقینی طور پر کوٹھی میں
موجود تھے کوٹھی مکمل طور پر تباہ ہو گئی اس
کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور مجھے یقین ہو
گیا کہ رضا کاشانی سمیت یہ تینوں بھی ختم ہو
گئے ہیں چنانچہ میں یہ خوشخبری سنانے خود چیف
باس کی کوٹھی پہنچا جہاں جا کر پتہ چلا کہ یہ
تینوں مرے نہیں ہیں بلکہ ویگن کی چھت پر
لیٹ کر اس کوٹھی میں پہنچ گئے ہیں۔ وہاں
چیف باس نے انہیں گولی سے اڑا دینے کا

حکم دے دیا لیکن ان کی پھرتی کی وجہ سے سچویشن اچانک بدل گئی تمام مسلح محافظ مارے گئے اور میں نکل آیا بعد میں آپ نے بتایا ہے کہ چیف باس بھی بچ گئے ہیں اور وہ نکل آئے ہیں مسلم اصفہانی نے کہا۔

"تم اندازہ کر سکتے ہو کہ روشندان سے فائرنگ کرنے والا کون تھا کیونکہ وہ تینوں تو کمرے میں موجود تھے" ایک نقاب پوش نے پوچھا۔

"جی ہاں بھاگتے ہوئے میں نے اس کی آواز سنی تھی" رضا کاشانی کی آواز تھی مسلم اصفہانی نے جواب دیا۔

"ہوں اس کا مطلب ہے کہ تم نے واقعی ان کے خلاف بھرپور کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے یہ اب ان کی قسمت تھی کہ وہ ہر بار بچ نکلے" ایک نقاب پوش نے کہا اور مسلم اصفہانی کے چہرے پر نقاب پوش کی آواز سن کر رونق لوٹ آئی۔

"ساتھیو جو حالات ہمارے سامنے پیش ہوتے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تینوں غیر ملکی جاسوس

انتہائی چالاک عیار خطرناک دلیر اور پھرتیلے واقع ہوئے ہیں جس انداز سے وہ نہ صرف ہر حملے سے بچ نکلے اور پھر جس طرح وہ یہاں آتے ہی ہماری راہ پر چل نکلے اور ہمارے ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے مرڈر سیکشن کے آدمی ان کے ہاتھوں مارے گئے مسلم اصفہانی جو سیکرٹ سروس کے چیف کی وجہ سے تنظیم کے بڑے کام آ رہا ہے بے نقاب ہو گیا حتیٰ کہ وہ ہم میں سے ایک کی رہائش گاہ پر بھی پہنچ گئے اور وہاں بھی ہمارے آدمی ان کے ہاتھوں مارے گئے اور اب تو وہ رضا کاشانی بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا ہے اور ان سب حالات کو دیکھتے ہوئے میری تجویز یہ ہے کہ ان کے خلاف بھرپور اور جامع قسم کا اقدام کرنا ضروری ہو گیا ہے ورنہ اگر وہ اسی انداز میں کام کرتے رہے تو پھر یقیناً ایک دن پوری تنظیم کا خاتمہ ہو جائے گا" ایک اور نقاب پوش نے بولتے ہوئے کہا۔

"مگر ان کے خلاف کس قسم کا اقدام کیا جائے

مسلم اصفہانی تو ان کے مقابلے میں بری طرح
ناکام ہو چکا ہے ایک اور نے رائے
دیتے ہوئے کہا۔

" نہیں اس میں مسلم اصفہانی کا قصور معلوم
نہیں ہوتا۔ دراصل مسلم اصفہانی نے انہیں
اہمیت نہیں دی۔ بچے سمجھ کر عام حالات میں
ان پر حملے کرتا رہا اور پھر مسلم اصفہانی انہیں
پہچانتا ہے اور نہ اسے پہچانتے ہیں اس لئے
مسلم اصفہانی کے ذریعے ہی ان کا خاتمہ کیا جا
سکتا ہے تیسرے نے رائے دی۔

" لیکن مسلم اصفہانی انہیں چیف باس کی کوٹھی
میں لا کر ایک سنگین غلطی کا مرتکب ہوا ہے
حالانکہ تنظیم کے اصولوں کے مطابق ہم سے براہ
راست رابطہ قائم نہیں کیا جا سکتا اسے اس
غلطی کی سزا ملنی چاہیے" ایک نے کہا۔

" یہ وقت اپنے آدمیوں کو سزا دینے کا
نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان نازک حالات
میں مسلم اصفہانی کی غلطی اس شرط پر معاف
کی جا سکتی ہے کہ وہ آئندہ ایسی حرکت نہ

کرنے کا وعدہ کرے اس بار بیک وقت
دو نقاب پوش بول پڑے۔

" جناب والا میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ
ایسی کوئی غلطی نہ کروں گا " مسلم اصفہانی
فوراً ہی بول پڑا۔

" چلو ٹھیک ہے مسلم اصفہانی ہمارا اہم
آدمی ہے اس لئے اس کی پہلی غلطی کو
معاف کر دیا جاتا ہے لیکن اس کے بعد
کوئی غلطی برداشت نہ کی جائے گی" ان
سب نے باری باری کہا اور مسلم اصفہانی نے
اطمینان کی ایک طویل سانس لی وہ موت کے
پھندے سے نکل آیا تھا۔

" بہت بہت شکریہ جناب" مسلم اصفہانی نے
وہیں بیٹھے بیٹھے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

اب ہمیں ان لڑکوں اور رضا کاشانی کے خلاف
کوئی جامع پروگرام بنانا چاہئیے اور جہاں تک میرا
خیال ہے۔ اب اس مہم کا تمام کنٹرول ہمیں
اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہیئے ایک نقاب پوش
نے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ ان لڑکوں کے خوف
ہم چار بڑے براہ راست میدان میں اتر
آئیں باقی تینوں نے کہا یقیناً ہمیں ایسا کرنا
ہوگا ہم سب مل کر ان جاسوسوں کا خاتمہ
کر سکتے ہیں جنہوں نے اتنی بڑی تنظیم کا
ناطقہ بند کر دیا ہے تجویز پیش کرنے والے
نے کہا۔

"کوئی تجویز" ان میں سے ایک نے سر ہلاتے
ہوئے کہا۔

میرا خیال ہے ہم مسلم اصفہانی کو چارے
کے طور پر استعمال کریں یہ لڑکے یقیناً مسلم
اصفہانی کو چیک کر کے اس کا پیچھا کریں گے
اور اسطرح ہم مسلم اصفہانی کے ذریعے انہیں
چیف ہیڈکوارٹر میں لا سکتے ہیں جہاں ان
کے فوری قتل کرنے کے تمام انتظامات پہلے
سے مکمل ہوں اور جیسے ہی وہ اندر جائیں
ایک لمحہ ضائع کئے بغیر ان کا خاتمہ کر دیا
جائے" ایک نقاب پوش نے کہا۔

اچھی تجویز ہے اسطرح یہ یقیناً پھنس جائیں

گے باقی تینوں نے بھی سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے تجویز منظور" مسلم اصفہانی ٹھیک
ہے۔ مسلم اصفہانی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس سر" مسلم اصفہانی نے مودبانہ لہجے میں
جواب دیتے ہوئے کہا۔

تم ایسا کرو کہ کھلی کار میں شہر میں گھومنا
شروع کر دو تمہارے ارد گرد تنظیم کے لوگ
تمہاری خفیہ نگرانی کریں گے جیسے ہی تمہیں چیک
کیا جائے اور تمہارا تعاقب کیا جائے تم نے
اپنے سر پر دوبار ہاتھ پھیرنا ہے اس طرح
نگرانی کرنے والے تمہارے تعاقب کرنیوالوں کو
پہچان لیں گے اور پھر ان کی نگرانی شروع
کر دی جائے گی جب نگرانی کرنے والوں
کی طرف سے تمہیں کاشن مل جائے تو تم
نے سیدھا چیف ہیڈکوارٹر پہنچ جانا ہے جہاں
ان لڑکوں کی یقینی موت کے لئے پھندہ تیار ہوگا
ایک نقاب پوش نے مسلم اصفہانی کو ہدایات دیتے
ہوئے کہا۔

"مگر جناب مجھے چیف ہیڈکوارٹر کا پتہ معلوم

نہیں مسلم اصفہانی نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔
"جب تمہیں نگرانی کا سگنل دیا جائے گا تو ریڈیو ٹرانسمیٹر پر پتہ بھی بتا دیا جائے گا بے فکر رہو۔ لیکن ایک بات کا خیال رکھنا ان لڑکوں کو یہ احساس نہ ہونے دینا کہ تم ان کے تعاقب سے باخبر ہو گئے ہو انہیں اسی غلط فہمی میں رہنا چاہیے کہ تم ان کے تعاقب سے بے خبر ہو۔ نقاب پوش نے جواب دیا۔
"اس بارے میں آپ قطعاً بے فکر رہیں جناب انہیں قطعاً احساس نہ ہوگا لیکن میں درخواست کروں گا کہ ان کی نگرانی کرنے والوں کو ہدایات دے دیجیئے گا کہ یہ لڑکے پورے شیطان ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ نگرانی کرنے والوں کی ذرا سی غفلت سے بھڑک جائیں" مسلم اصفہانی نے خدشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔
"یہ نگرانی کرنے والے چیف ہیڈ کوارٹر سے متعلق ہوں گے اس لئے تمہیں ان کے بارے میں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ لوگ اپنے

کام کے ماہر ہیں" نقاب پوش نے ناگوار سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
"سوری سر" مسلم اصفہانی نے شرمندہ ہوتے ہوئے جواب دیا۔
"اور سنو اگر وہ لڑکے تمہارا تعاقب کرنے کی بجائے تمہیں اغوا کرنے کی کوشش کریں تو ایسی صورتحال میں تم معمولی سی کشمکش کے بعد بیہوش ہو جانا تاکہ وہ اطمینان سے تمہیں لے جا سکیں۔ نقاب پوش نے جواب دیا۔
"مگر جناب ——" مسلم اصفہانی نے پریشان ہوتے ہوئے کچھ کہنا چاہا۔
"تم بے فکر رہو تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔ نقاب پوش نے کرخت لہجے میں اس کی بات کو اُچکتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے سر" مسلم اصفہانی نے سر جھکاتے ہوئے کہا اس کے ذہن میں یہی خدشہ رہتا تھا کہ یہ شیطان لڑکے اسے اغوا کر کے نگرانی کرنے والوں کو جل دے گئے تو پھر اس کی خیر نہیں "اپنے سارے بدلے اس سے لیں گے۔

"اور کل صبح نو بجے تم کھلی کار میں شہر کا گشت شروع کر دو گے اور ریڈیو ٹرانسمیٹر آن رکھو گے" سمجھ گئے۔ نقاب پوش نے کہا۔

"یس سر" مسلم اصفہانی نے جواب دیا۔

"بائی بائی" دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی سکرین یکدم تاریک ہو گئی مسلم اصفہانی نے طویل سانس لی۔ اور پھر میز کے کنارے پر لگا ہوا بٹن آف کر کے وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا کمرے میں داخل ہوتے وقت اس کے چہرے پر جو مردنی چھائی ہوئی تھی اب جاتے وقت وہ بات نہ تھی وہ خاصی حد تک مطمئن ہو گیا تھا ایک اطمینان تو اسے اپنی جان بچنے کا تھا اور دوسرا اطمینان یہ تھا کہ ان شیطان لڑکوں سے اس کی براہِ راست جنگ ختم ہو گئی تھی اب تمام تر ذمہ داری چار برٹس نے خود اٹھا لی تھی اور اسے صرف چارے کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا اسے یقین تھا کہ چار برٹس ان لڑکوں کو یقیناً انجام تک پہنچا دیں گے۔

رضا کاشانی کے پیچھے دوڑتے ہوئے وہ جلد ہی کالونی کے پہلے چوک تک پہنچ گئے اور پھر جلد ہی انہیں ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔ رضا کاشانی نے ان تینوں کو ٹیکسی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"مگر تم" شہزاد نے پوچھا۔

"میرے پاس موٹر سائیکل ہے" رضا کاشانی نے مسکراتے ہوئے کہا چنانچہ شہزاد دلیل اور انیلا ٹیکسی میں سوار ہو گئے۔

"ڈرائیور انہیں باسط کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ پر اتار دینا" رضا نے ڈرائیور کی گود میں ایک نوٹ پھینکتے ہوئے کہا اور ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

ٹیکسی کے جانے کے بعد رضاکاشانی تیزی سے واپس مڑا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس درخت کی طرف بڑھتا چلا گیا جس کے پیچھے اس کی موٹر سائیکل موجود تھی کالونی میں ویسے ہی خاموشی طاری تھی. کمروں کے اندر ہونے والی فائرنگ کی آواز باہر شاید کسی نے نہ سنی تھی اس لئے باہر سکوت طاری تھا ورنہ ہو سکتا تھا اب تک پولیس کالونی کو گھیرے میں لے چکی ہوتی۔

تھوڑی دیر بعد وہ موٹر سائیکل کے پاس پہنچ گیا اس نے موٹر سائیکل کے ہینڈل کے ساتھ نصب ایک چھوٹی سی ڈبیا کو انگوٹھے سے دبایا تو اس میں سے ہلکی ہلکی سائیں سائیں کی آوازیں نکلنے لگیں۔

" ہیلو ہیلو رضاکاشانی سپیکنگ" رضاکاشانی نے دبے دبے لہجے میں کہا۔

" ہیلو شہریار بول رہا ہوں چیف آپ کہاں ہیں۔ ہم سب تو آپ کی کوٹھی کی تباہی کا سن کر پاگل ہو گئے ہیں۔ پوری ٹیم وہاں کوٹھی پر

پہنچی ہوئی ہے تاکہ آپ کا پتہ لگایا جا سکے" دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز ابھری۔

" میرے دوست رضا اتنا نرم گوشت نہیں ہے کہ ہر کوئی اسے چبا جائے تم سب کو وہاں سے واپس جاؤ اور سنو پوائنٹ نمبر تھری پر سالم کو کال کر کے مطلع کر دو کہ میں چار بجے ٹیکسی پر وہاں پہنچوں گا انہیں آرام سے رکھے اور میرے وہاں آنے تک پوائنٹ کی زبردست نگرانی ہونی چاہیے ہو سکتا ہے دشمن وہاں بھی وار کر جائیں" رضا نے شہریار کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

" بہتر جناب حکم کی تعمیل ہو گی" شہریار نے دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ہاں ہاں" رضاکاشانی نے کہا اور پھر ڈبیا پر انگوٹھا رکھ کر اسے دبا دیا ڈبیا میں سے نکلنے والی سائیں سائیں کی آواز بند ہو گئی۔

رضاکاشانی چند لمحے وہیں کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر اس نے فیصلہ کن انداز میں کندھے جھٹکے اور

ایک بار پھر اس کوٹھی کی طرف چل دیا جہاں
چند لمحے قبل خون کی ہولی کھیلی گئی تھی اک
بار وہ کوٹھی کے مین گیٹ کی طرف جا رہا
تھا ابھی وہ کوٹھی کے قریب پہنچا نہ تھا کہ
اس نے کوٹھی کا پھاٹک کھلتے دیکھا اور پھر
سفید رنگ کی ایک سپورٹس کار کوٹھی کے گیٹ
سے باہر آتی دکھائی دی رضا پھرتی سے ایک
درخت کی آڑ میں ہو گیا۔

کار کوٹھی سے نکلتے ہی دائیں طرف مڑی اور
پھر خاصی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی رضا
کے سامنے سے گزرتی چلی گئی اس نے ڈرائیونگ
سیٹ پر ایک لمبے تڑنگے آدمی کو بیٹھے ہوئے
دیکھا اس کے علاوہ کار میں اور کوئی شخص نہ
تھا۔

جیسے ہی کار آگے بڑھی وہ تیزی سے درخت
کی آڑ میں سے نکلا اور پھر دوڑتا ہوا اپنی
موٹر سائیکل کی طرف بڑھتا چلا گیا اسے معلوم
تھا کہ اس طرف جانے والی سڑک چار میل
تک بالکل سیدھی چلی جاتی ہے اور کہیں

چوک نہیں آتا اس لئے وہ مطمئن تھا کہ کار کو
جلد ہی پکڑ لے گا۔

موٹر سائیکل کے قریب پہنچتے ہی وہ اچھل
کر موٹر سائیکل پر بیٹھا بٹن دبا کر اس نے
انجن سٹارٹ کیا اور دوسرے لمحے ۔ طاقت ور
انجن اور نفیس سائلنسر والا موٹر سائیکل ایک جھٹکا
کھا کر آگے بڑھا اور پھر آندھی اور طوفان کی
طرح سڑک پر دوڑتا چلا گیا۔ رضا لحظہ بہ لحظہ رفتار
بڑھاتا چلا جا رہا تھا اس نے دانستہ ہیڈ
لائٹ روشن نہ کی تھی تاکہ کار ڈرائیور اسے
اپنے پیچھے دیکھ کر چونک نہ پڑے روڈ لائیٹس
بھی چونکہ بند تھیں اس لئے ہر طرف گہرا اندھیرا
چھایا ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اسے دور سے کار کی پچھلی
بتیاں نظر آئیں اور اس نے اطمینان کا ایک
طویل سانس لیا۔ اب اس نے ایک محفوظ فاصلہ
رکھ کر تعاقب شروع کر دیا وہ سمجھ تو گیا
تھا کہ کار میں وہی نقاب پوش ہوگا جو دیوار
میں غائب ہو گیا تھا اسے دل ہی دل میں اس

بات پر مسرت ہو رہی تھی کہ اس نے اس خوفناک تنظیم کے ایک اہم ترین آدمی کو ٹریس کر لیا ہے کیونکہ اس نے دیکھا تھا کہ مسلم اصفہانی بھی اس کے سامنے مؤدبانہ انداز میں بات چیت کر رہا تھا اور پھر اس کی کوٹھی کی تباہی کے بعد وہ سیدھا اس آدمی کے پاس آیا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ یہ آدمی تنظیم میں غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے چار میل بعد کار چوک سے دائیں ہاتھ پر مڑ گئی یہ سڑک سیدھی ہوا بندر کی طرف جاتی تھی. اور رضا اس سڑک پر مڑتے ہی سمجھ گیا کہ کار والا ہوا بندر جا رہا ہے۔

ہوا بندر ایک پرانی اور اجڑی ہوئی بندرگاہ تھی جہاں اب سکون کے متلاشی کروڑ پتیوں نے بڑی بڑی کوٹھیاں بنا رکھی تھیں کئی ایکڑوں پر مشتمل یہ وسیع و عریض کوٹھیاں ایک دوسرے سے اتنے فاصلے پر تھیں کہ اگر ایک کوٹھی کو ڈائنامیٹ سے اڑا دیا جائے تو شاید دھماکے کی آواز بھی دوسری کوٹھی کے مکین نہ سن

سکیں۔ اسے معلوم تھا کہ اس مخصوص کالونی کے گرد باقاعدہ باڑ ڈال کر حفاظتی انتظام کئے گئے ہیں اور ان کروڑ پتیوں نے اپنے طور پر باقاعدہ حفاظتی گارڈ رکھی ہوئی ہے جو ان کی اجازت کے بغیر کسی کو اس کالونی میں داخل نہ ہونے دیتی یہاں گیٹ پر موجود گارڈ انچارج کو یہ بتایا جانا ضروری ہے کہ آنے والا کس سے ملنا چاہتا ہے پھر گارڈ انچارج مخصوص ٹیلیفون پر اس کوٹھی سے رابطہ قائم کرتا جب وہاں سے باقاعدہ انکوائری کے بعد اس آدمی کو اندر آنے کی اجازت دے دی جاتی تو پھر گارڈ انچارج ایک مخصوص جیپ میں مسلح افراد کو رہنمائی اور حفاظت کے لئے آنے والے کے ساتھ اس کوٹھی تک بھیجتا جو آنے والے کو اس کوٹھی تک پہنچا کر اور وہاں کے مکینوں سے کلیرنس لے کر واپس آتے۔

رضا سوچ رہا تھا کہ اتنی رات گئے سفید کار کو شاید ہی کالونی کے اندر داخل ہونے کی اجازت مل سکے اور ساتھ ساتھ وہ یہ بھی سوچ رہا

تھا کہ اگر کار والا کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا تو پھر اسے تلاش کرنا مشکل ہو جائے گا کیونکہ ظاہر ہے صحیح راستے سے اس کا اندر جانا محال تھا اور اگر وہ چوری چھپے اندر داخل ہوتا تو پھر اتنی وسیع کالونی میں اس کوٹھی کو تلاش کرنا جس میں سفید کار والا گیا تھا قطعاً ناممکن تھا اس لئے وہ کوئی ایسا طریقہ سوچ رہا تھا جس سے وہ بھی اس کار کے ساتھ ہی کالونی میں داخل ہو سکتا لیکن فوری طور پر کوئی ترکیب اس کے ذہن میں نہ آ رہی تھی بہرحال وہ کار کا تعاقب کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا اب اس نے موٹر سائیکل کی رفتار بڑھا کر فاصلہ کم کر دیا تھا کیونکہ اس اندھیری سڑک پر اسے ہیڈ لائٹ کے چیک کئے جانے کا کوئی خدشہ نہ تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد مخصوص کالونی کا دکادٹی گیٹ نزدیک آتا گیا یہاں ایک کیبن بنا ہوا تھا جس میں دس کے قریب مشین گنوں سے مسلح افراد ہر وقت موجود رہتے تھے اس حفاظتی فورس میں سو سے زائد مسلح افراد تھے باقی افراد ہاؤس کے اند

گرد پوری کالونی میں گشت کرتے رہتے تھے۔ اس کالونی میں رہنے والے کروڑپتیوں کو چونکہ ہر وقت اپنی جان اور مال کا خطرہ رہتا تھا اس لئے انہوں نے مشترکہ طور پر اس حفاظتی فورس کا پرائیویٹ انتظام کر رکھا تھا اور ان کے لئے اتنی بڑی فورس کے اخراجات ادا کرنا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔

کار کیبن کے قریب پہنچ کر رک گئی اور پھر تین بار ہارن بجایا گیا اور کیبن میں سے تین مسلح افراد ہاتھوں میں طاقتور ٹارچیں سنبھالے تیزی سے کار کی طرف بڑھتے چلے آئے۔

نفاکاشانی نے کار کے رکتے ہی موٹر سائیکل تیزی سے گھمائی اور اسے ایک چوڑے تنے والے درخت کی آڑ میں کھڑا کر دیا اور خود بھی اس درخت کی آڑ میں رک کر یہ سب تماشا دیکھنے لگا۔ وہ اس وقت کار سے تقریباً پچاس ساٹھ گز دور تھا۔

مسلح افراد کار کے قریب پہنچے اور پھر انہوں نے ٹارچیں جلا کر پہلے کار کا مکمل جائزہ لیا اور

پھر ان میں سے ایک نے جھک کر ڈرائیور سے باتیں شروع کر دیں تھوڑی دیر بعد کار کا دروازہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا مگر جسمانی طور پر خاصا قوی ہیکل شخص کار سے باہر نکلا اور پھر وہ سلیج دیواروں کے درمیان چلتا ہوا کیبن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اسی لمحے رضا کے ذہن میں اندر داخل ہونے کی ایک ترکیب آ گئی چنانچہ جیسے ہی وہ شخص دیواروں سمیت کیبن میں داخل ہوا رضا کاشانی، تیزی سے کار کی طرف بڑھتا چلا گیا وہ بڑے محتاط انداز میں اور رکوع کے بل جھک کر کار کی طرف بڑھ رہا تھا تاکہ اگر کیبن میں سے کوئی ادھر دیکھ بھی رہا ہو تو کار کی آڑ کی وجہ سے اسے چیک نہ کر سکے کار کی ڈگی کے پاس پہنچ کر اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی تار نکالی پھر تار سے اس کا سرا موڑا اور پھر تار کا وہ مڑا ہوا سرا اس نے ڈگی کے تالے میں داخل کر کے اسے دائیں بائیں مخصوص انداز میں گھمانا شروع کر دیا دوسرے لمحے ہلکی سی کھٹک کی

آواز سنائی دی اور رضا نے پھرتی سے تار واپس کھینچ لی اور پھر اس نے آہستہ سے ڈگی کا ڈھکن کھولا کار چونکہ خاصی بڑی تھی اس لئے اس کی ڈگی بھی اس کے تناسب سے خاصی کشادہ تھی بہرحال رضا کو ڈگی دیکھ کر یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ مڑ تڑ کر ڈگی میں سما سکتا ہے ڈگی کا ڈھکن کھولتے ہی وہ آہستگی سے اندر داخل ہوا۔ اور پھر جلیبی کی طرح سمٹ کر ڈگی میں لیٹ گیا اس نے ڈھکن دوبارہ بند کیا لیکن اس حد تک کہ تالا نہ لگے اور ذرا سی جھری رہ جائے تاکہ تازہ ہوا اندر آ سکے اس نے اپنی انگلیوں کے سرے ڈھکن اور پچھلے حصے کے درمیان پھنسا دی تھیں تاکہ جھٹکا لگنے سے تالہ بند نہ ہو جائے۔

اسے وہاں لیٹے ہوئے تقریباً پندرہ منٹ گزر گئے کہ اسے تیز تیز قدموں کی آواز کار کی طرف بڑھتی سنائی دیں اور رضا کے حواس یکدم چوکنا ہو گئے قدموں کی آواز سے محسوس ہو رہا تھا کہ آنے والا ایک ہی فرد ہے اور یہ یقیناً وہی کار

چلانے والا ہوگا قدموں کی آوازیں ڈرائیونگ سیٹ کے
قریب آ کر رک گئیں پھر دروازہ کھلنے کی آواز
سنائی دی اور کار کو ہلکا سا جھٹکا لگا۔ یقیناً
آنے والا کار میں بیٹھ گیا تھا ایک بار پھر
ہلکے سے دھماکے سے دروازہ بند ہوا اور پھر
کار آگے بڑھتی چلی گئی چند لمحوں بعد رضا کاشانی
کے کانوں میں کسی جیپ کے سٹارٹ ہونے کی آواز
سنائی دی۔ اور وہ کار کے آگے آگے چلنے لگی
رضا نے دل ہی دل میں خدا کا شکریہ ادا کیا
کیوں کہ اگر جیپ کار کے پیچھے ہوتی تو پھر ہو
سکتا تھا کہ اسے چیک کر لیا جاتا مگر اب
اس بات کا کوئی خدشہ نہ تھا۔

رضا کاشانی نے اب ڈھکن کا سرا ذرا سا اوپر کیا
اور پھر چہرہ بڑی سے جھری سے لگا کر اس
نے ارد گرد کے ماحول کو جانچنا شروع کر دیا
وہ راستہ اچھی طرح دیکھنا چاہتا تھا تاکہ اگر اسے
واپس آنا پڑے تو اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔
کار مسلسل تیز رفتاری سے سفر کر رہی
اور پھر تقریباً بیس پچیس کیلومیٹر کے سفر کے بعد

دائیں طرف مڑی اور پھر ایک بڑے پھاٹک پر
رک گئی رضا دوبارہ دبک گیا۔
چند لمحوں بعد پھاٹک کھلنے کی آواز سنائی دی
اور کار اندر داخل ہو گئی جبکہ جیپ تیزی
سے واپس مڑی اور دوبارہ اسی راستے پر دوڑنے
لگی۔

پھاٹک سے گزر کر کئی فرلانگ تک خوبصورت
لان کے درمیان میں بنی ہوئی سرخ بجری
کی سڑک پر دوڑنے کے بعد کار ایک بہت
بڑے لیکن انتہائی خوبصورت پورچ میں رک گئی
کار کا دروازہ ایک بار پھر کھلا اور بند ہو گیا
اس کے ساتھ ہی قدموں کی آواز آہستہ آہستہ
دور ہوتی چلی گئی۔

پورچ میں طاقتور بلب کی تیز روشنی ہر
طرف پھیلی ہوئی تھی مگر وہاں کوئی آدمی نظر نہ
آ رہا تھا اور نہ ہی کسی کتے کے بھونکنے کی
آواز سنائی دی تھی شاید مکین بیرونی حفاظتی
انتظامات اور اس کے انتظامات سے پوری طرح مطمئن
تھے انہیں یقین تھا کہ غیر متعلقہ آدمی کسی کو بھی

تک نہیں پہنچ سکتا اس لئے انہوں نے
حفاظتی انتظامات کو فضول سمجھ کر سرے سے
اپنایا ہی نہ تھا۔
جب قدموں کی چاپ بالکل معدوم ہو گئی تو
چند لمحے مزید انتظار کے بعد رضا نے آہستگی
سے ڈھکنا اٹھایا اور پھر وہ باہر نکل آیا اس
نے آہستگی سے ڈھکنا دوبارہ بند کیا اور پھر
ادھر اُدھر دیکھنے لگا کوٹھی پر ہو کا عالم
طاری تھا کوئی متنفس نظر نہ آ رہا تھا ہر
طرف سے مطمئن ہونے کے بعد رضا آہستگی سے
اصل عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا
برآمدے میں داخل ہو کر وہ درمیانی گیلری میں
داخل ہوا اور اسے گیلری کے اختتام پر ایک
دروازے کے نیچے روشنی کی لکیر سی باہر
نکلتی دکھائی دی رضا آہستہ آہستہ اس
دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا دروازے کے
قریب رک کر اس نے آہٹ لی مگر اندر کی
خاموشی طاری تھی رضا نے آہستہ سے دروازے
پر دباؤ ڈالا تو دروازہ بے آواز کھلتا چلا گیا

وہ اندر سے بند نہ تھا دروازہ دھکیل کر بھی
رضا چند لمحے دبکا رہا مگر جب اندر سے کوئی
ردعمل نہ ہوا تو وہ کمرے میں داخل ہو
گیا یہ ایک لمبا چوڑا کمرہ تھا جو بہت قیمتی
فرنیچر سے سجا ہوا تھا فرش پر دبیز اور
انتہائی قیمتی قالین بچھا ہوا تھا کمرے کی شمالی
دیوار کے ساتھ سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں جن پر
نیز بلب جل رہا تھا رضا ان سیڑھیوں پر اترتا
چلا گیا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر ایک اور دروازہ
تھا جس کے اوپر ایک بڑا سا روشندان تھا
جو خوبصورت جالی سے بنایا گیا تھا اس کے نیچے
اور دروازے کے عین اوپر ایک چوڑا شیڈ بنا
ہوا تھا۔
رضا نے اس شیڈ کو محفوظ سمجھتے ہوئے
دونوں ہاتھ اونچے کئے اور دوسرے لمحے وہ
شیڈ پر پہنچ گیا اب اسے سیڑھیوں سے نیچے
اترتے ہوئے تو دیکھا جا سکتا تھا مگر نیچے سے
کمرے کے اندر سے نہ دیکھا جا سکتا تھا
پھر اس نے جالی کے کونے سے آنکھ لگا

دی۔ دوسرے لمحے وہ چونک پڑا کیونکہ اس نے ایک بڑی سی میز کے پیچھے چار نقاب پوشوں کو بیٹھا ہوئے دیکھا ان کے چہروں پر سرخ رنگ کے نقاب چڑھے ہوئے تھے ان کا رخ بائیں ہاتھ پر واقع دیوار کی طرف تھا جس پر پوری دیوار کی چوڑائی پر مشتمل ایک وسیع و عریض سکرین نصب تھی سکرین روشن تھی اور اس پر ایک میز کے پیچھے مسلم اصفہانی بیٹھا ہوا صاف نظر آ رہا تھا۔

کس مصیبت میں پھنسا دیا ہے تم نے۔ اچھے بھلے اپنے گھر میں رہتے تھے خواہ مخواہ تم پر جاسوسی کا بھوت سوار ہو گیا ہے فیصل نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہی شہزاد سے الجھتے ہوئے انداز میں کہا۔

"اب تم کون سے سولی پر ٹنگے ہوئے ہو مصیبت تو میری آ گئی ہے نجانے کب سے کھانا ہی نہیں کھایا۔ بھوک کے بارے معدہ الٹی جیب لگ رہا ہے" شہزاد نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کچھ خدا کا خوف کرو ابھی ایک گھنٹہ پہلے تمہیں رضا کاشانی نے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا ہے" فیصل نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں باقاعدہ شہزاد

کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"آخر تم مرچیں کیوں چبا رہے ہو۔" شہزاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں تو اپنی قسمت کو رو رہا ہوں خواہ مخواہ پرائے پھڈے میں ٹانگ اڑائے پھر رہے ہیں ہر وقت جان کا خوف، ہر وقت عذاب۔ آخر ہمیں کالے گلاب کی تنظیم کا خاتمہ کرکے کیا ملے گا" فیصل نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا بس اپنا موڈ ٹھیک کرو۔ اسی کا نام زندگی ہے۔" شہزاد نے اسے مناتے ہوئے کہا اور فیصل بے چارہ بے بسی کی ہنسی ہنس پڑا۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد ٹیکسی ایک کالونی میں داخل ہو گئی اور پھر ایک بڑی سی کوٹھی کے گیٹ پر جا کر رک گئی۔ کوٹھی کے گیٹ کی سائیڈ پر بارہ کا ہندسہ نمایاں طور پر چمک رہا تھا۔

جیسے ہی ٹیکسی گیٹ پر رکی ایک نوجوان کہیں اندھیرے سے نکل کر تیزی سے ٹیکسی کے قریب پہنچا اور اس نے بڑے اطمینان سے جھک کر دیکھا

نوجوان کو ٹیکسی کی طرف بڑھتے دیکھ کر فیصل شہزاد اور ڈریکولا ٹیکسی سے نیچے اتر آئے

"آئیے میرے ساتھ" اس نوجوان نے ان تینوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مگر" فیصل نے الجھے ہوئے لہجے میں نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"رضا کاشانی صاحب نے ہمیں آپ کی آمد کے بارے میں مطلع کر دیا تھا ہم آپ کے منتظر تھے" نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ان تینوں نے اطمینان کا طویل سانس لیا۔

پھر وہ اس نوجوان کی رہنمائی میں پھاٹک میں داخل ہو کر اصل عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

"یہ کوٹھی رضا صاحب کی ہے" شہزاد نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں یہ شہریار صاحب کی کوٹھی ہے رضا صاحب ان کے دوست ہیں" نوجوان نے جواب دیا اور برآمدے میں ایک لمبا تڑنگا نوجوان شب خوابی کا لباس پہنے ان کا منتظر کھڑا دکھائی دیا۔

خوش آمدید دوستو میرا نام شہریار ہے" اس نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا

"میرا نام فیصل ہے یہ شہزاد ہیں اور یہ ڈریکولا فیصل نے جواب میں اپنا اور اپنے ساتھیوں کا تعارف کرایا۔

"آئیے آپ کا کمرہ تیار ہے" شہریار نے گیلری کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"مگر جناب شہریار صاحب صرف ایک ہی چیز تیار ہے دوسری کا آپ نے ذکر ہی نہیں کیا" شہزاد نے کہا۔

"دوسری کیا مطلب میں سمجھا نہیں شہزاد صاحب" شہریار نے چونک کر پوچھا۔

"جناب بات یہ ہے کہ آپ کا یہ مہمان سخت بھوکا ہے۔ پیٹ میں آنتوں نے سو میٹر کی ریس لگا رکھی ہے اور آپ صرف کمرہ تیار ہے کہ کر بات ختم کرنا چاہتے ہیں" شہزاد نے وضاحت کرتے ہوئے کہا

"اوہ یہ بات ہے ویری سوری مجھے علم نہ تھا میں ابھی آپ سب کے لئے کھانا تیار کراتا ہوں" شہریار نے ایک بڑے سے کمرے میں پہنچتے ہوئے کہا۔

اس کا لہجہ بے حد معذرت طلب تھا۔

کمرے میں تین آرام دہ بستر بچھے ہوئے تھے۔ اور ہر بستر کے ساتھ ایک چھوٹی سی میز پر پانی کا جگ اور گلاس رکھا ہوا تھا۔

"جناب ہم تینوں کا کھانا اسی کو کھلا دینا۔ اور اس کے بعد خاموشی سے سو جانا ورنہ یہ پورے آدان کا راشن کھا کر بھی بھوکا رہے گا۔ فیصل نے بستر پر بیٹھ کر بوٹ اتارتے ہوئے جواب دیا۔

"یار تم خواہ مخواہ مجھے بدنام کرتے رہتے ہو۔ اب دیکھئے شہریار صاحب بھلا دس بیس روٹیاں دو ڈونگے سالن کے اور تھوڑے سے پھل سے بھی بھلا بھوک ختم ہوتی ہے اتنے کھانے سے تو بس منہ کا ذائقہ ہی تبدیل کیا جا سکتا ہے" شہزاد نے بڑے شکایت بھرے لہجے میں شہریار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور شہریار کی آنکھیں ایک لمحے کے لئے حیرت سے چوڑی ہوئیں مگر پھر اس نے فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

"آپ بے فکر ہو کر کھائیں شہزاد صاحب مہمانوں

کے یہ راشن کی کوئی کمی نہیں ہے"۔ شہزاد نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

"میرا کیا خود ہی بھگتے گا ہونہہ شہزادے کہہ رہا ہے کہ راشن کی کمی نہیں ہے پتہ چل جائے گا۔ فیصل نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر بستر پر لیٹ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں ڈریکولا پہلے ہی آنکھیں بند کئے لیٹا ہوا تھا البتہ شہزاد بستر پر بیٹھا بڑی بے چینی کے عالم میں کھانے کا انتظار کر رہا تھا اسے واقعی بھوک بے پناہ لگ رہی تھی حالانکہ رضا کاشانی کی کوٹھی میں اس نے خوب ڈٹ کر کھانا کھایا تھا مگر نجانے وہ سب کھانا اتنے عرصے میں کہاں غائب ہو گیا تھا اسے ایسا یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے صدیوں سے اس نے کچھ نہ کھایا ہو۔

"تقریباً آدھے گھنٹے کے شدید انتظار کے بعد آخرکار ایک ملازم بڑی سی ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا اور شہزاد کے چہرے پر رونق آ گئی۔

"لیجئے صاحب اسے ختم کیجئے دوسرا کھانا تیار ہو رہا ہے بڑے صاحب نے مجھے حکم دیا ہے کہ جب تک آپ خود منع نہ کریں میں کھانا پکا کر لاتا رہوں مگر آپ کے ساتھی سو گئے ہیں۔ ملازم نے فیصل اور ڈریکولا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو اس دوران گہری نیند سو چکے تھے۔

"وہ مجھے کہہ چکے ہیں کہ میں ان کے حصے کا کھانا بھی کھا لوں اس لئے تم بھی کھانا لاتے رہو۔ شہزاد نے کہا اور پھر وہ یوں کھانے پر ٹوٹ پڑا جیسے صدیوں سے بھوکا ہو۔

ملازم نے تین بار ٹرالی بھر بھر کر کھانا لگایا اور شہزاد آناً فاناً سب کچھ ختم کر دیا۔

"معاف کیجئے جناب واقعی راشن ختم ہو گیا ہے اور اس وقت ملنا بھی ——— ملازم نے آخری بار شرمندہ لہجے میں کہا۔

"اچھا مجبوری ہے چلو کچھ سہارا تو ہو گیا باقی کل سہی شہزاد نے ایسے لہجے میں جواب دیا جیسے مجبوراً کہہ رہا ہو اور پھر ایک زوردار ڈکار لیتا ہوا بستر پر لیٹ گیا ملازم ٹرالی دھکیلتا باہر چلا گیا البتہ اس کے چہرے پر انتہائی حیرت کے آثار تھے

جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ آتنا کھانا جو پندرہ سولہ افراد کا پیٹ بھر سکتا تھا ایک بچے نے کھا لیا ہے اور ابھی اس کا پیٹ نہیں بھرا۔ دوسرے روز ناشتے کی میز پر شہریار نے باقاعدہ معذرت کرتے ہوئے کہا کہ رات واقعی راشن ختم ہو گیا تھا ناشتے کی میز بھری ہوئی تھی اور شہزادہ اس طرح کھانے میں مصروف ہو گیا جیسے اس نے شاید پہلے کبھی نہ کھایا ہو۔

"آپ کو شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں شہریار صاحب پورے ملک کا راشن کھا کر بھی اس کا پیٹ نہیں بھر سکتا۔ فیصل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا

پھر اس سے پہلے کہ شہریار کوئی جواب دیتا ایک ملازم تیزی سے بھاگتا ہوا شہریار کے قریب پہنچا اور اس نے جھک کر شہریار کے کان میں کچھ کہا۔

شہریار بری طرح چونک کر کھڑا ہو گیا اور پھر بھاگتا ہوا اندر کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا شہزادہ تو اپنے کھانے میں مست تھا البتہ فیصل شہریار کے اس انداز پر چونک پڑا اور پھر شہریار کے کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ بھی اٹھ کر اس طرف

بڑھ گیا کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور شہریار ایک الماری کھلے دروازے کی طرف پشت کئے کھڑا تھا۔

"یس باس شہریار بول رہا ہوں" اور شہریار کی آواز سنائی دی۔

"وہ لڑکے پہنچ گئے ہیں" اور دوسری طرف سے ہلکی سی آواز سنائی دی مگر فیصل آواز سنتے ہی پہچان گیا کہ بولنے والا رعنا کاشانی ہے۔

"یس باس اس وقت وہ ناشتہ کر رہے ہیں" اور شہریار نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"غور سے سنو میرے پاس وقت بے حد کم ہے میں اس وقت کروڑ پتیوں کی مخصوص کالونی ہوا بندر کی کوٹھی نمبر چودہ میں چھپا ہوا ہوں۔ بڑی مشکل سے ٹرانسمیٹر پر تم سے رابطہ قائم کرنے کا وقت ملا ہے اس لئے غور سے میری باتیں سن لو اس کوٹھی میں گلاب کی تنظیم کے چار بڑے موجود ہیں انہوں نے مسلم اصفہانی سے پروگرام بنایا ہے کہ صبح نو بجے مسلم اصفہانی کھلی کار میں شہر میں گھومے گا اور اس کی خفیہ طور پر نگرانی کی جائے گی

جیسے ہی فیصل شہزاد اسے دیکھ کر بس کا تعاقب کریں گے وہ انہیں لے کر سیدھا چیف ہیڈکوارٹر آجائے گا وہاں ان کے قتل کے انتظامات کئے ہوں گے اس طرح وہ ان کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں پہلے میرا خیال تھا کہ شاید چیف ہیڈ کوارٹر اسی کوٹھی میں ہوگا لیکن بعد میں ان کی گفتگو سے اشارہ ملا ہے کہ وہ کہیں شہر میں ہے اور یہ چاروں بڑے نو بجے یہاں سے نکل کر وہاں پہنچ جائیں گے میں کوشش کروں گا کہ ان کے ساتھ ہی یہاں سے نکل جاؤں لیکن اگر میں نہ پہنچ سکوں یا کوئی اور بات ہو جائے تو تم اپنے ساتھیوں سمیت فیصل شہزاد کی اور ان کی نگرانی کرنے والوں کو چیک کرنا اور جب یہ لوگ چیف ہیڈ کوارٹر میں پہنچ جائیں تو تم خود اس پر ریڈ کر دینا جو نظر آئے بے شک مار ڈالنا اور ملٹری انٹیلیجنس کے چیف کو میرا حوالہ دے کر اس کوٹھی پر فوری ریڈ کا کہہ دینا باقی حالات وہ خود سنبھال لیں گے اوور" رضا کاشانی نے تفصیلی ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس آپ بے فکر رہیں" شہریار نے جواب دیا۔

"بائی بائی اوور اینڈ آل" دوسری طرف سے کہا گیا اور فیصل تیزی سے کھسکتا ہوا واپس ناشتے کی میز پر پہنچ گیا جہاں شہزاد بدستور کھانے میں مصروف تھا۔

چند لمحوں بعد شہریار بھی وہاں آگیا اس کے چہرے پر قدرے بے چینی کے آثار نمایاں تھے۔

"ناشتے کے بعد آپ کا کیا پروگرام ہے" شہریار نے فیصل سے مخاطب ہو کر پوچھا؟

"دوپہر کے کھانے کا" فیصل کی بجائے شہزاد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا جو اب پوری میز صاف کرکے رومال سے ہاتھ پونچھ رہا تھا اور شہریار اس کی بات پر بے اختیار ہنس پڑا۔

"شہریار صاحب بات سیدھی سی ہے ہم بے خبری میں مارا نہیں جانا چاہتے آپ سے رضا صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ ہمیں تفصیل سے بتا دیں ورنہ ہم کوٹھی سے باہر ہی نہیں نکلیں گے" فیصل نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"رضا نے کیا کہا ہے" شہزاد نے چونکتے ہوئے
کہا۔
"آپ شاید میرے پیچھے آ کر سن رہے تھے
بہرحال اب بات کھل گئی ہے تو بتانے میں
کوئی حرج نہیں ہے رضا صاحب مجرم کا پیچھا
کرتے ہوئے ہوا بندر پہنچ گئے ہیں جہاں کالے
گلاب کے چار بڑوں کا اجلاس ہو رہا تھا اور
مسلم اصفہانی بھی اس میں شامل تھا وہاں یہ
پروگرام بنایا گیا ہے کہ مسلم اصفہانی کو چارے کے
طور پر استعمال کیا جائے مسلم اصفہانی نے کھلی کار میں
بیٹھ کر سارے شہر میں گھومنا ہے ظاہر ہے
آپ لوگ اس کی تلاش میں ہوں گے۔ اور جیسے
ہی اسے دیکھیں گے اس کا تعاقب کریں گے
مسلم اصفہانی کی بھی خفیہ طور پر نگرانی ہوگی
مسلم اصفہانی آپ کو چیک کر کے نگرانی کرنے
والوں کو چوکنا کر دے گا اور پھر وہ سیدھا
مجرموں کے چیف ہیڈ کوارٹر جو شہر میں کہیں
موجود ہے چلا جائے گا ظاہر ہے آپ اس کا
تعاقب کرتے ہوئے وہاں پہنچ جائیں گے۔ اور پھر
وہاں آپ کو ہلاک کرنے کا تمام منصوبہ مکمل ہوگا"
شہریار نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
"یہ منصوبہ تو اسی صورت میں کامیاب ہو
سکتا ہے جب ہم کوٹھی سے باہر نکلیں ہم باہر
ہی نہ نکلیں گے اس لئے مجرموں کا منصوبہ دھرا
کا دھرا رہ جائے گا" فیصل نے مسکراتے ہوئے
کہا۔
"یار فیصل کیوں میزبانوں کے سامنے بزدلی کی
باتیں کر رہے ہو یہ کیا کہیں گے کہ جاسوس
اتنے بزدل ہوتے ہیں" شہزاد نے کہا
"ہم بزدل نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہماری
بہادری تو ضرب المثل ہے" فیصل کی غیرت
کو جوش آ گیا۔
"تو پھر تم ڈرتے کیوں ہو یہ تو ہمیں اچھا
موقع مل گیا ہے کہ ہم مجرموں کے چیف ہیڈ کوارٹر
پہنچ جائیں گے پھر ان مجرموں کا مکمل خاتمہ یقینی
اور آسان ہو جائے گا" شہزاد نے فیصل کو سمجھاتے
ہوئے کہا۔
"اگر بات بزدلی کی ہے تو پھر میں اکیلا چلا

جاؤں گا تم سب یہیں رہ جاؤ"۔ فیصل نے جوش میں آتے ہوئے کہا اور شہزاد نے مسکراتے ہوئے شہریار کو آنکھ مار دی وہ فیصل کی نفسیات کو اچھی طرح سمجھتا تھا اس لئے اس نے جان بوجھ کر اس کی غیرت کو للکارا تھا اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ فیصل مر جانا قبول کر سکتا ہے لیکن اپنے آپ کو بزدل کہلانا پسند نہیں کر سکتا اور فیصل کو کوٹھی سے باہر نکالنے کا یہی ایک ہی طریقہ تھا ورنہ فیصل کا اپنی موت کا اتنا بھیانک منصوبہ سننے کے بعد باہر جانا تقریباً نا ممکن تھا۔ باس نے جو پروگرام بنایا ہے۔ اس پروگرام کے تحت آپ قطعاً بے فکر رہیں۔ آپ پر ذرا سی بھی آنچ نہ آئے گی ہمارے آدمی خفیہ طور پر آپ کی اور آپ کی نگرانی کرنیوالوں کی نگرانی کریں گے اور ساتھ ہی ملٹری انٹیلیجنس کو بھی ہوشیار کر دیا جائے گا جیسے ہی آپ لوگ ہیڈ کوارٹر پہنچیں گے اس پر بھرپور ریڈ کر دیا جائے گا اور نتیجہ یہ کہ مجرم گرفتار ہو جائیں گے شہریار نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے اچھا منصوبہ ہے آج اس تنظیم کا خاتمہ ہی کر دیا جائے تو بہتر ہے شہزاد نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ کپڑے بدلنے کے لئے باتھ روم میں چلا گیا فیصل اور ڈریکولا نے بھی کپڑے بدلے جبکہ شہریار انتظامات کرنے کے لئے چلا گیا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد شہریار واپس لوٹ آیا اس دوران یہ تینوں تیار ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔

"تمام انتظامات مکمل ہو گئے ہیں اب آپ باہر جا سکتے ہیں چند لمحوں بعد ایک کھلی چھت کی کار پہنچ جائے گی شہریار نے کہا اور شہزاد اور فیصل نے سر جھکا دیا۔

تھوڑی دیر بعد کوٹھی کا گیٹ کھلا اور ایک کھلی چھت کی سپورٹس کار اندر داخل ہوئی کار پورچ میں آ کر رکی اور اسے ڈرائیو کرنے والا نوجوان باہر آ گیا۔

"چلو ڈریکولا تم ڈرائیونگ سنبھالو" شہزاد نے اٹھتے ہوئے کہا اور ڈریکولا اٹھ کر تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"اس میں ریڈیو ٹرانسمیٹر نصب ہے آپ اسے آن کر کے ہم سے گفتگو کر سکتے ہیں ویسے بھی ہم آپ کو صورتحال بتاتے رہیں گے" شہریار نے کہا اور شہزاد نے سر ہلاتے ہوئے ڈریکولا کے ساتھ والی سیٹ سنبھال لی جب کہ فیصل پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"مشین گن اور خودکار پستول سیٹوں کے نیچے موجود ہیں اگر ضرورت پڑے تو آپ انہیں بے دریغ استعمال کر سکتے ہیں" شہریار نے کہا اور پھر پیچھے ہٹتا چلا گیا شہزاد کے اشارے پر ڈریکولا نے کار آگے بڑھائی اور پھر کار خاصی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی پھاٹک کراس کر کے باہر سڑک پر آ گئی۔

"مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے ہم میدان جنگ میں جا رہے ہوں" فیصل نے کہا۔

"ہاں آج فتح و شکست کا فیصلہ ہو جائے گا" شہزاد نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ادھر ادھر دیکھنے کی کوششیں شروع کر دیں تاکہ شہریار کے آدمیوں کو چیک کر سکے مگر اسے کہیں بھی کوئی مشکوک آدمی یا کار نظر نہ آئی۔

"جانا کہاں ہے" ڈریکولا نے پوچھا!

"کہیں نہیں جانا بس تم کار چلاتے رہو اور شہر میں گھومتے رہو" شہزاد نے کہا اور ڈریکولا نے سر ہلا دیا۔

"ایسا نہ ہو کہ شہریار کے آدمی پیچھے رہ جائیں اور مجرم ہمیں مرغ مسلم کی طرح بھون کر کھا جائیں" فیصل نے کہا اس کے ذہن میں ابھی تک اپنی موت کا خدشہ طاری تھا۔

"ہمیں شہریار کے آدمیوں پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے میرا خیال ہے کہ ہم اپنا نیا منصوبہ بنائیں بجائے مجرموں کے ہیڈکوارٹر جانے کے جیسے ہی مسلم اصفہانی نظر آئے اسے اغوا کر لیں اور شہریار کی کوٹھی میں لے جا کر اس سے تمام راز اگلوا لیں" شہزاد نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں یہ غلط ہے مسلم اصفہانی کی نگرانی ہو رہی ہو گی اس طرح بجا۔ ہمارے ساتھ شہریار کی کوٹھی میں پہنچ جائیں گے اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہاں قتل و غارت شروع ہو جائے گی اور پھر مجرموں کے ہیڈکوارٹر کا کلیو ملنا مشکل ہو جائے

گا" خلاف توقع فیصل نے بڑی عقلمندانہ بات کرتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے کھانا میں نے ڈٹ کر کھایا ہے عقل میری تیز ہونی چاہیے جبکہ عقل تمہاری تیز ہو گئی ہے" شہزاد نے مسکراتے ہوئے کہا "تمہاری عقل چونکہ معدے میں ہے اس لئے وہ کھانے کے انبار میں دب گئی ہے جب کھانا ہضم ہوگا تو نکلے گی" فیصل نے ہنستے ہوئے کہا اور شہزاد بھی بے اختیار ہنس پڑا۔

"فیصل میرا جی چاہتا ہے آج مشین گن ہاتھ میں لوں اور شہر میں کشتوں کے پشتے لگا دوں" شہزاد نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جب ملک کا تمام غلہ ختم ہو جائے گا تو پھر آدمیوں کو بھی مار کر تم کھاؤ گے" فیصل نے جواب دیا اور اس بار ڈریکولا بھی ہنس پڑا۔

"ارے وہ دیکھو مسلم اصفہانی" اچانک فیصل نے چیخ کر کہا۔

"کہاں" شہزاد بھی اس کی بات سن کر اچھل پڑا

اور پھر اسے بھی سامنے سے آتی ہوئی کھلی چھت کی کار میں بیٹھا ہوا مسلم اصفہانی نظر آ گیا وہ سائیڈ روڈ سے نکلا تھا جیسے ہی دونوں کاریں کراس ہوئیں شہزاد کے کہنے پر ڈریکولا نے بڑی پھرتی سے کار ٹرک کے درمیان میں ہی روک دی اور بے شمار کاروں کی ہنگامی بریکوں سے فضا گونج اٹھی۔

"ارے تم ابھی مروانے لگے تھے" شہزاد اور فیصل نے بیک وقت کہا مگر ڈریکولا نے کوئی جواب نہ دیا وہ ہر طرف سے بے نیاز بس مسلم اصفہانی کی کار کے تعاقب میں مصروف ہو گیا۔

"چلو کھیل شروع تو ہوا" شہزاد نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں چوکنا ہو کر بیٹھ گئے

رضا کاشانی شیڈ کے اوپر دبکا ہوا چار بڑوں
اور مسلم اصفہانی کے درمیان ہونے والی تمام
گفتگو سنتا رہا فیصل شہزاد کی گرفتاری کا تمام
پلان اس کے سامنے بنایا گیا ایک لمحے کے
لئے اسے خیال آیا کہ وہ یہیں ان چار بڑوں
سے ٹکرا جائے مگر پھر اس نے یہ خیال ذہن
سے نکال دیا کیوں کہ مسلم اصفہانی والی سکرین
بجھنے کے بعد ان چار بڑوں کے درمیان ہونے
والی گفتگو سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ تنظیم
کا سب سے بڑا ہیڈ کوارٹر شہر میں کہیں
واقع ہے اور یہ چاروں بڑے جو ہنگامی طور
پر یہاں اکٹھے ہوئے ہیں صبح نو بجے ہیڈ
کوارٹر چلے جائیں گے تاکہ اپنی نگرانی میں فیصل

شہزاد کا خاتمہ کر سکیں۔
چنانچہ رضا نے اپنے طور پر بھی پلان بنایا
کہ وہ کسی طرح ان چار بڑوں میں سے کسی
ایک کی کار کی ڈگی میں چھپ کر ہیڈ کوارٹر
پہنچ جائے گا اور پھر وہاں ان پر قابو پا
کر تنظیم کا ہیڈ کوارٹر تباہ کر دیا جائے گا۔
اب چونکہ چار بڑے اٹھنے ہی والے تھے
اس لئے رضا تیزی سے نیچے اترا اور پھر
سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گیا اس نے چھپنے کے
لئے ایک بند کمرہ منتخب کیا جسے اس نے تار کی
مدد سے آسانی سے کھول لیا کمرے میں چونکہ
کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا اس لئے اسے اطمینان
تھا کہ یہاں کوئی نہ آئے گا۔
اور پھر وہی ہوا وہ بقیہ رات اطمینان سے
اس کمرے میں چھپا رہا اور کوئی کمرے میں نہ
آیا پھر جیسے ہی اس کی کلائی میں بندھی ہوئی
گھڑی نے اسے صبح طلوع ہونے کے متعلق
احساس دلایا وہ دروازہ کھول کر آہستگی سے باہر آیا
وسیع و عریض کوٹھی میں مکمل خاموشی طاری تھی

وہ آہستگی سے کوٹھی میں گھومتا رہا اور پھر اسے
باورچی خانے میں کھٹ پٹ کا احساس ہوا شاید
کوٹھی میں موجود ملازم ناشتہ تیار کر رہے تھے
مختلف کمروں میں گھومنے کے بعد اچانک وہ ایک
ایسے کمرے میں آ گیا جہاں اسے میز پر رکھا
ہوا ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر نظر آ گیا اس نے کمرے
کا دروازہ بند کیا اور پھر ٹرانسمیٹر پر مخصوص
فریکونسی سیٹ کر کے اس کا بٹن آن کر دیا ٹرانسمیٹر
سے سائیں سائیں کی آوازیں نکلنے لگیں تقریباً پانچ
دس منٹ بعد ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی
"ہیلو ہیلو پوائنٹ تھری اوور"
"میں رضا بول رہا ہوں کیا تم شہریار ہو
اعظم رضا نے دبے دبے لہجے میں کہا۔
"میں باس شہریار بول رہا ہوں اوور" شہریار
نے اس بار اصل آواز میں جواب دیتے ہوئے
کہا اور پھر رضا نے اسے چار بڑوں کے نئے
پلان کے متعلق تفصیل بتانے کے ساتھ ساتھ تفصیلی
ہدایات بھی دیں تا کہ مجرموں کو پکڑنے میں آسانی
ہو سکے جب اسے اطمینان ہو گیا کہ اب شہریار

تمام کام اچھی طرح نبھا لے گا تو اس نے
ٹرانسمیٹر بند کر دیا اور پھر واپس مڑ کر آہستگی
سے کمرے سے باہر نکل آیا یہ کمرہ ایک چھوٹی
سی راہداری میں واقع تھا راہداری پار کر کے وہ
ایک موڑ مڑا اور پھر ایک بڑے سے کمرے میں
آ گیا یہ کوٹھی کا ڈرائنگ روم تھا اور رضا اس
کے بیرونی دروازے سے باہر نکلنا چاہتا تھا اس
کا پروگرام تھا کہ وہ پورچ میں کھڑی ہوئی اس
کار کی ڈگی میں پہلے ہی جا کر چھپ جائے
جس سے وہ آیا تھا تا کہ اطمینان سے مجرموں
کے ہیڈ کوارٹر پہنچ جائے۔

پورچ میں اس وقت سفید کار کے ساتھ ساتھ
دو اور کاریں بھی موجود تھیں اور وہاں کوئی آدمی
بھی نہ تھا اس لئے رضا بڑی آسانی سے سفید
کار کی ڈگی میں سمٹ گیا اس کے چہرے پر
گہرے اطمینان کے آثار نمایاں تھے کیوں کہ اب
اسے یقین تھا کہ وہ آسانی سے مجرموں کے
ساتھ ہی ان کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ جائے گا۔
تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد اسے بہت سے

قدموں کی آوازیں پورچ میں آتی سنائی دیں اور رضا چوکنا ہو گیا آنے والوں کی تعداد چار سے کہیں زیادہ محسوس ہو رہی تھی رضا نے سمجھا کہ شاید ان چار بڑوں کے ساتھ ان کے ڈرائیور ہوں گے۔ اور اسی لمحے اسے گیٹ کی طرف سے بھی کئی آدمیوں کے آنے کی آوازیں سنائی دیں اور ابھی رضا ان لوگوں کی آمد پر غور کر ہی رہا تھا کہ اچانک کسی نے ڈگی کا ڈھکن ایک جھٹکے سے اٹھا دیا اور دوسرے لمحے دو مشین گنوں کی نالیاں رضا کے سینے کی طرف اٹھ گئیں۔

"باہر نکل آؤ دوست ورنہ اسی ڈگی میں دفن کر دیئے جاؤ گے" ان میں سے ایک نے کرخت لہجے میں رضا سے مخاطب ہو کر کہا اور رضا کاشانی کے لئے چونکہ اور کوئی چارہ کار نہ تھا اس لئے وہ خاموشی سے باہر آ گیا۔ باہر آ کر اسے معلوم ہوا کہ اسے باقاعدہ گھیرا گیا ہے اس کے گرد آٹھ مسلح افراد موجود تھے جب کہ ان چار بڑوں میں سے وہاں کوئی نہ تھا

وہ سب راس حفاظتی فورس کے آدمی تھے۔

"چلو اندر" ایک مشین گن بردار نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور رضا خاموشی سے عمارت کی طرف مڑ گیا کیونکہ آٹھ مشین گنوں کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہ کر سکتا تھا۔

مشین گن بردار اسے اپنے گھیرے میں لئے ہوئے عمارت کے ایک بڑے سے کمرے میں داخل ہوئے اور رضا یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کمرے کے درمیان شفاف شیشے کی ایک دیوار زمین سے چھت تک بنی ہوئی تھی اور اس شیشے کی دیوار کے دوسری طرف چاروں بڑے منہ پر نقاب لگائے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

جیسے ہی مسلح افراد اسے لئے ہوئے اندر داخل ہوئے ان میں سے ایک نقاب پوش چیخ پڑا اس کی آواز شیشے کی دیوار کے اس پار بخوبی سنائی دے رہی تھی۔

"خدا کی پناہ یہ تو رضا کاشانی ہے۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔

"اس کا مطلب ہے یہ رات کو تمہاری کار

کی ڈگی میں چھپ کر یہاں آیا ہے اور اس نے ہمارا تمام پروگرام بھی سن لیا ہو گا اگر باورچی خانے سے ملازم اسے ڈگی میں داخل ہوتے نہ دیکھ لیتا تو یہ ہمارے ساتھ ہیڈ کوارٹر پہنچ جاتا ایک اور نقاب پوش نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"اس کا مطلب ہے پروگرام تبدیل کر دیا جائے باقی نقاب پوشوں نے کہا میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں ہے یہ یہاں سے نکل ہی نہیں سکتا تو بھلا کیا بگاڑ سکتا ہے اس کے ہاتھ پیر باندھ کر اسے ہیڈ کوارٹر لے جایا جائے وہاں جا کر اس سے باقی پوچھ گچھ کریں گے اس نقاب پوش نے کہا اور باقی نقاب پوشوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ رضا سمجھ گیا کہ وہ غیر متعلقہ لوگوں کے سامنے نہ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی مزید بات چیت کرنا چاہتے ہیں اس لئے وہ اسے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں بہرحال رضا کے خیال میں ان کی یہ سوچ اس کے فائدے میں تھی کیونکہ یہاں آٹھ مشین گنوں کے

مقابلے میں اس کے بچ نکلنے کے امکانات صفر تھے۔ جب کہ ہیڈ کوارٹر میں گڑ بڑ کے وقت وہ اپنا کام کر سکتا تھا اسے معلوم تھا کہ جیسے ہی فیصل شہزاد ہیڈ کوارٹر پہنچیں گے وہاں ہنگامہ ہو جائے گا۔

اسی لئے جب نقاب پوش نے اس کے ہاتھ پیر باندھنے کا حکم دیا تو رضا نے کوئی جدوجہد نہ کی بلکہ خاموش رہا مسلح افراد نے اس کے دونوں ہاتھ اور پیر رسیوں سے جکڑ دیئے اور پھر نقاب پوشوں کے حکم پر وہ اسے سفید کار کی دونوں نشستوں کے درمیان میں پھینک گئے البتہ دو مسلح افراد بدستور پہرہ پر رہ گئے۔

تھوڑی دیر بعد چاروں نقاب پوش دوسری کار میں آ کر بیٹھ گئے اور کار کے گہرے رنگ کے شیشے چڑھا دیئے گئے اب باہر سے انہیں نہ دیکھا جا سکتا تھا سفید کار میں دو مسلح افراد بیٹھ گئے اور ایک نوجوان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور چند لمحوں بعد دونوں کاریں خاص تیز رفتاری سے چلتی ہوئیں اس وسیع و عریض کوٹھی کے پھاٹک کی طرف دوڑتی چلی گئیں۔

مسلم اصفہانی کی کار اسی رفتار سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی وہ یوں کار چلا رہا تھا جیسے اسے اپنے تعاقب کا احساس تک نہ ہوا ہو۔ حالانکہ فیصل اور شہزاد بخوبی جانتے تھے کہ اسے کراسنگ کے وقت انہیں اچھی طرح دیکھ لیا تھا اور پھر مسلم اصفہانی نے کار چلاتے چلاتے دوبار اپنے سر پر یوں ہاتھ پھیرا جیسے بال ٹھیک کر رہا ہو۔

"آپ کو چیک کر لیا گیا ہے" شہزاد صاحب اچانک ریڈیو ٹرانسمیٹر سے شہریار کی آواز نکلی۔

"ہاں ہمیں معلوم ہے مگر کیا تم نے اس کے ساتھیوں کو چیک کیا ہے" شہزاد نے پوچھا۔

"ہاں تین کاریں ہماری نظروں میں آ گئی ہیں۔ آپ بے فکر رہیں ہم پوری طرح محتاط ہیں" شہریار نے جواب دیا۔

"مگر تمہاری کاریں ہمیں نظر نہیں آ رہی ہیں اپنی شناخت بتاؤ تاکہ ہمیں پتہ چل جائے واقعی تم لوگ چوکنے ہو" شہزاد نے کہا۔

"آپ کے بائیں ہاتھ پر تیسری کار جو گہرے سبز رنگ کی ہے ہماری ہے مسلم اصفہانی کے بالکل پچھلی سرخ رنگ کی کار بھی ہماری ہے اور آپ کی کار سے دس کاروں کے پیچھے نیلے رنگ کی کار بھی ہماری ہے" شہریار نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا

"تھینک یو اب ہم مطمئن ہیں مگر دشمن کی کاریں کون سی ہیں" شہزاد نے پوچھا۔

"ایک سٹیشن ویگن ہے بالکل آپ کے پیچھے آ رہا ہے۔ ایک سیاہ رنگ کی کار ہے۔ جو مسلم اصفہانی کی کار سے تیسرے نمبر پر ہے۔ اور ایک سفید رنگ کی کار ہے۔ جو ہماری پچھلی کار سے آگے ہے۔" شہریار نے کہا۔

"اوکے اب آپ لوگ ہوشیار رہیں۔" شہزاد نے کہا اور پھر ریڈیو کا بٹن آف کر دیا۔

مسلم اصفہانی کی کار مختلف سڑکوں پر دوڑنے کے بعد اچانک ایک ویران سی سڑک پر آ گئی اس سڑک پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی اور شہزاد نے دیکھا کہ سوائے شہریار کے آدمیوں اور مجرموں کی کاروں کے اور کوئی کار اس سڑک پر نہ آئی۔ اب ان سب کی آسانی سے شناخت ہو سکتی تھی۔

"میرا خیال ہے۔ شہریار کے آدمیوں کی کاروں کو گھیرا جا رہا ہے۔" اچانک فیصل نے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ شہزاد کوئی جواب دیتا اچانک ماحول فائرنگ کی تیز آوازوں سے گونج اٹھا اور دوسرے لمحے فیصل شہزاد نے دیکھا کہ شہریار اور اس کے ساتھیوں کی تینوں کاریں لڑکھڑائیں اور پھر تیز رفتاری کی بنا پر وہ الٹتی چلی گئیں شاید ان کے ٹائر فائرنگ کر کے پھاڑ دیئے گئے تھے۔

اب سڑک پر مسلم اصفہانی کی کار اور فیصل

شہزاد کی کار کے علاوہ صرف مجرموں کی سٹیشن ویگن اور دو کاریں آگے پیچھے دوڑ رہی تھیں۔

"اس کا مطلب ہے مجرم بے حد ہوشیار ہیں۔ انہوں نے بھی شہریار اور اس کے ساتھیوں کو چیک کر لیا تھا اس لئے انہیں راستے سے ہٹا دیا گیا ہے۔" شہزاد نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ریڈیو ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کرتے ہوئے کہا۔

"ہیلو ہیلو شہزاد بول رہا ہوں تم سن رہے ہو شہریار" وہ بار بار چیخ رہا تھا مگر دوسری طرف سے مکمل خاموشی تھی۔

"اب گیا ہوگا فیصل نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم اطمینان سے بیٹھے رہو اگر دشمنوں نے محسوس کر لیا کہ ہمیں ان کے متعلق علم ہو گیا ہے تو ہو سکتا ہے وہ ہمیں بھون ڈالیں۔ ویسے بھی ہماری کار کھلی چھت کی ہے یہاں ہم آسانی سے گولیوں کا نشانہ بن سکتے ہیں۔" شہزاد نے کہا۔

اتنی دیر میں مسلم اصفہانی کی کار ایک

مضافاتی کالونی میں داخل ہو چکی تھی اور پھر وہ
ایک بڑی سی کوٹھی کے کھلے گیٹ میں گھستی
چلی گئی۔

اور عین اسی لمحے ان کے پیچھے آنے والی
سٹیشن ویگن کی رفتار یکدم تیز ہو گئی اور اس
نے فیصل شہزاد کی کار کو تیزی سے سائیڈ میں
دبانا شروع کر دیا ڈریکولا نے اس کی سائیڈ
سے بچ کر نکلنا چاہا مگر اسی اثنا میں ایک اور
کار دوسری سائیڈ پر آ گئی اور ان کے پاس کار
روکنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا۔

"ہاتھ اٹھا کر باہر نکل آؤ ورنہ بھون ڈالے
گئے" دوسری کار میں سے کرخت آواز میں کہا
گیا اور فیصل شہزاد نے دیکھا کہ سٹیشن ویگن اور
دوسری کار سے سٹین گنوں کی کئی نالیں باہر
جھانک رہی تھیں اور اسی لمحے تیسری کار بھی وہاں
پہنچ گئی اور پھر فیصل شہزاد اور ڈریکو کو مجبوراً
خالی ہاتھ آنا پڑا ان کے باہر آتے ہی دس
بارہ مسلح افراد کاروں سے باہر آ گئے ان میں
سے تین چار نے بڑے ماہرانہ انداز میں ان

دونوں کو چھاپ لیا اور چند ہی لمحوں میں ان
کے ہاتھ پشت کی طرف موڑ دیئے گئے اور
خود کار ہتھکڑیاں ان کی کلائیوں میں ڈال
دی گئیں اب وہ قطعاً بے بس ہو چکے تھے
ہتھکڑیاں ڈالنے کے بعد وہ انہیں دھکیلتے ہوئے
ایک کار میں لے آئے اور کار انہیں لئے ہوئے
تیزی سے مڑی اور سڑک پر دوڑتی چلی گئی۔

"تم لوگ بہت ہوشیار بنتے تھے اور شاید ہم
مار کھا بھی جاتے اگر ریڈیو ٹرانسمیٹر پر تمہاری بات
چیت ٹریس نہ ہو جاتی" ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے
ایک کرخت چہرے والے شخص نے طنزیہ لہجے
میں کہا اور اسی لمحے شہزاد کو اپنی زندگی کی
سب سے بڑی حماقت کا احساس ہوا کہ اس نے
شہریار سے ٹرانسمیٹر پر تمام شناختیں پوچھنی شروع
کر دی تھیں اس طرح مجرموں کو شہریار اور اس
کے ساتھیوں کی کاروں کی شناخت کا پتہ چل
گیا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا حماقت تو ہو ہی
چکی تھی۔

کار انہیں لئے ہوئے اسی پھاٹک میں داخل

ہو گئی جہاں مسلم اصفہانی کی کار گئی تھی پھر جیسے ہی کار پورچ میں رکی بیس سے زائد مشین گنوں سے مسلح افراد نے انہیں گھیر لیا انہیں کھینچ کر کار سے باہر نکالا گیا اور پھر وہ انہیں دھکیلتے ہوئے عمارت کے اندر لیتے چلے گئے۔

ایک بڑے سے کمرے میں انہیں دھکیل کر کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ تینوں بری طرح چونک پڑے کیونکہ کمرے میں رضا کاشانی پہلے ہی موجود تھا اس کے ہاتھ اور پیر بُری طرح رسیوں سے جکڑے ہوئے تھے۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ اس سے کوئی بات کرتے کمرے کی ایک دیوار سرر کی آواز سے درمیان سے دونوں اطراف میں ہٹتی چلی گئی اب وہاں ٹھوس دیوار کی بجائے شیشے کی دیوار موجود تھی جس کے دوسری طرف کرسیوں پر چار نقاب پوش بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ مسلم اصفہانی کھڑا تھا

"رضا کاشانی ہمیں افسوس ہے کہ تمہارا سارا پلان چوپٹ ہو چکا ہے تمہارے آدمی بلاک کر دیئے گئے ہیں ویسے اگر یہ لڑکا ریڈیو ٹرانسمیٹر پر تمہارے آدمی سے بات نہ کرتا تو شائد ہم تمہارے پلان سے بے خبر رہتے اور یہی سمجھے رہتے کہ تم نے ہوابندر کی کوٹھی میں ہونے والی کارروائی سے کسی کو مطلع نہیں کیا لیکن اب ہمیں احساس ہو رہا ہے کہ ہم غلطی پر تھے تم ٹرانسمیٹر روم میں داخل ہو چکے تھے اور وہاں سے تم نے اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کر دیا تھا ایک نقاب پوش نے کہا اس کی آواز انہیں بخوبی سنائی دے رہی تھی۔

"تم میرے چند ساتھیوں کو مار کر یہ سمجھ رہے ہو کہ تم نے میرا منصوبہ ختم کر دیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے میں نے ایک ایسا منصوبہ بنایا تھا جس کا کوئی توڑ نہیں تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا" رضا کاشانی نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

"ہمیں معلوم ہو چکا ہے تمہیں شائد معلوم نہیں

کہ ٹرانسمیٹر سے ہونے والی تمام گفتگو باقاعدہ ٹیپ ہو جاتی ہے تمہارے منصوبے کی اطلاع ملتے ہی ہم نے وہ ٹیپ سنا ہے تم نے اپنے ساتھی کو یہی کہا تھا کہ جب ہمارے ہیڈ کوارٹر کا پتہ چل جائے تب وہ طرڈی انٹیلی جنس کے سربراہ سے بات کرے مگر تمہارے ساتھی کو ہیڈکوارٹر دیکھنا ہی نصیب نہیں ہوا اس لئے وہ اطلاع کیا کرتا اور تمہاری اطلاع کے لئے یہ بھی بتا دیں کہ طرڈی انٹیلی جنس کا سربراہ ہماری تنظیم کا آدمی ہے اس لئے اگر تمہارا ساتھی بتا بھی دیتا تو وہ ہمارے خلاف حرکت میں نہ آ سکتی تھی نقاب پوش نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا اور فیصل شہزاد نے دیکھا کہ نقاب پوش کی بات سنتے ہی رضا کاشانی کے چہرے پر مایوسی کی لہریں دوڑنے لگیں اس کے شاید تصور میں بھی نہ تھا کہ کا سربراہ بھی مجرموں کی تنظیم کا رکن ہو سکتا ہے

ادھر فیصل شہزاد سوچ رہے تھے کہ اب یہاں سے کیسے نکلا جائے وہ بڑی طرح

موت کے پھندے میں پھنس گئے تھے مگر اس پھندے سے نکلنے کی کوئی صورت انہیں نظر نہ آ رہی تھی۔

اور تم خبیث جاسوس تم نے ہماری تنظیم کا ناطقہ بند کر دیا تھا مسلم اصفہانی کی تمام صلاحیتیں تمہارے سامنے بیکار ہو کر رہ گئی تھیں لیکن تم دیکھ لو کہ تم تنظیم کے چار بڑوں کے چنگل سے کسی صورت نہیں نکل سکتے ابھی چند لمحوں بعد یہ کمرہ تم سب کا مدفن بن جائے "گا" نقاب پوش نے اس بار فیصل شہزاد سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ تمہاری بھول ہے" ہمیں مارنا اتنا آسان نہیں ہے اگر یقین نہ آئے تو کوشش کر دیکھو شہزاد نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

"واقعی تم دلیر ہو کہ موت کے دہانے پر پہنچ کر بھی ایسی بات کر رہے ہو" نقاب پوش نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا ہاتھ فضا میں لہرایا۔

اس کا ہاتھ فضا میں لہراتے ہی کمرے کی تینوں دیواروں میں کھڑکیاں سی کھل گئیں اور پھر ہر کھڑکی میں سے مشین گنوں کی نالیں باہر نکل آئیں ان سب مشین گنوں کی تعداد دو سو سے زائد معلوم ہوتی تھی ان مشین گنوں کی نالوں کی زد میں کمرے کا ایک ایک انچ آ گیا تھا۔

لو دیکھ لو کہ ہم اپنے دشمن کا خاتمہ کس طرح کرتے ہیں ابھی ایک لمحے بعد تم چاروں کے جسموں کا ریشہ ریشہ گولیوں کی زد میں ہوگا اور پھر تمہارے جسموں کا قیمہ گٹر میں بہا دیا جائے گا نقاب پوش نے فخریہ لہجے میں کہا اور شہزاد اور فیصل کو پہلی بار صحیح معنوں میں احساس ہوا کہ اس بار موت کے پھندے سے بچ کر نکلنا نا ممکن ہے۔

فیصل کا رنگ موت کے خوف سے ہلدی سے بھی زیادہ زرد پڑ گیا اور اسی لمحے نقاب پوش نے ایک بار پھر فضا میں

ہاتھ لہرایا اور کمرے کی دیواروں سے جھانکنے والی ہر مشین گن نے بے تحاشا گولیاں اگلنا شروع کر دیں۔

شہریار کو جیسے ہی رضا کاشانی نے مجرموں کے
ہیڈکوارٹر پر ریڈ کرنے کی اطلاع دی۔ اس
نے اپنے طور پر ایک منصوبہ تیار کیا اس
نے تین گاڑیاں تو مجرموں کے تعاقب کے لئے
سڑکوں پر ڈال دیں اور خفیہ طور پر ایک
ہیلی کاپٹر بھی تعاقب پر ڈال دیا اس ہیلی کاپٹر
پر فصلوں پر دوائی چھڑکنے والی کمپنی کا نام
اور نشان بنا ہوا تھا۔ اور ایسے ہیلی کاپٹر مختلف
کمپنیوں کے اکثر آسمان پر اڑتے نظر آتے
ہیں اس لئے شہریار کو یقین تھا کہ مجرم
اس ہیلی کاپٹر کی طرف توجہ نہ کریں گے
اس نے بیس مسلح افراد کی ایک خصوصی ٹیم
کو ایک بند ویگن میں سڑکوں پر گھومنے کا

حکم دے دیا اس نے سوچا تھا کہ اگر
گاڑیاں مجرموں کی نگاہوں میں آ جائیں تو
پھر وہ ہیلی کاپٹر سے ہدایات دے کر اس
ویگن میں موجود افراد کو ہیڈکوارٹر پر حملے
کا حکم دے دے گا۔

چنانچہ فیصل شہزاد اور ڈریکولا کو کار میں
سوار کر کے سڑک پر بھیجنے کے بعد اس نے
اشارہ کیا اور پھر کوٹھی کے بہت بڑے
گیراج کی چھت اوپر سے ہٹتی چلی گئی۔ گیراج
تو بظاہر ایک عام سا کاروں کا گیراج نظر آ
رہا تھا چھت اور سامنے کے دروازے ہٹنے
سے اب ہیلی پیڈ نظر آ رہا تھا ایک چھوٹا
سا ہیلی کاپٹر جس پر زرعی ادویات کی فرم
کا نام اور مونوگرام بنا ہوا تھا گیراج کے
اندر کھڑا تھا۔ فیصل شہزاد کی کار باہر نکلتے
ہی وہ تیزی سے ہیلی کاپٹر کی طرف دوڑا
ہیلی کاپٹر کے قریب ہی ایک نوجوان پہلے
سے کھڑا تھا وہ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ تھا
شہریار کے بیٹھتے ہی پائلٹ نے بھی سیٹ

سنبھال لی اور دوسرے لمحے ہیلی کاپٹر کے پر حرکت میں آ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوتا چلا گیا پائلٹ نے اچھی خاصی بلندی پر ہیلی کاپٹر کو اڑانا شروع کر دیا شہریار نے دوربین آنکھوں سے لگا لی اور نیچے سڑکوں پر دوڑنے والی کاروں کو چیک کرنا شروع کر دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد دوربین کے فوکس میں شہزاد کی کار نظر آ گئی اس نے پائلٹ کو بھی اس کی کار شناخت کروا دی اور پائلٹ نے ہیلی کاپٹر اس کار کے ساتھ ساتھ چلانا شروع کر دیا شہریار نے اپنی تین گاڑیاں بھی شناخت کر لیں جو منصوبے کے مطابق فیصل شہزاد کی کار کے آگے پیچھے دوڑ رہی تھیں اور پھر تھوڑی دیر بعد اسے مسلم اصفہانی کی کار نظر آ گئی اس نے مسلم اصفہانی کی کار کو نظروں میں رکھ کر دیگر کاروں کو چیک کیا تو اسے ایک سٹیشن ویگن ایک سیاہ رنگ کی کار اور ایک سفید رنگ کی کار ایسے نظر آئیں جو مسلم اصفہانی کی کار کے آگے پیچھے دوڑ رہی تھیں اور جہاں جہاں مسلم اصفہانی کی

کار مڑتی وہ بھی مڑ جاتیں شہریار سمجھ گیا کہ یہ تینوں کاریں مجرموں کی ہیں اور اب ان کے انداز سے صاف صاف محسوس ہونے لگا تھا کہ فیصل شہزاد کی کار کو انہوں نے چیک کر لیا ہے اس لئے یہ محسوس کرتے ہی گود میں رکھا ہوا ٹرانسیٹر آن کر دیا اس ٹرانسیٹر کا تعلق شہزاد کی کار میں لگے ہوئے ٹرانسیٹر سے تھا

"آپ کو چیک کر لیا گیا ہے شہزاد صاحب" شہریار نے ٹرانسیٹر آن کر کے شہزاد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اس نے سوچا تھا کہ وہ فیصل شہزاد کو آگاہ کر دے تاکہ وہ کہیں بے خبری میں ہی نہ مارے جائیں۔

"ہاں ہمیں معلوم ہے مگر کیا تم نے اس کے ساتھیوں کو چیک کیا ہے" دوسری طرف سے شہزاد کی آواز سنائی دی۔

"ہاں تین کاریں ہماری نظروں میں آ گئی ہیں آپ بے فکر رہیں ہم پوری طرح محتاط ہیں" شہریار نے جواب دیا۔

"مگر تمہاری کاریں ہماری نظر میں نہیں آ

رہیں ہمیں اپنی شناخت بتاؤ تاکہ ہمیں پتہ چل جائے
کہ واقعی تم لوگ چوکنے ہو۔ شہزاد نے دوسری
طرف سے کہا
آپ کے بائیں ہاتھ پر تیسری کار جو گہرے
سبز رنگ کی ہے ہماری ہے مسلم اصفہانی کے
بالکل پیچھے سرخ رنگ کی کار بھی ہماری ہے
اور آپ کی کار کے کراس کاروں کے پیچھے نیلے
رنگ کی کار بھی ہماری ہے شہریار نے نہ
چاہتے ہوئے بھی اپنی کاروں کی شناخت کروا دی۔ اس
کے ذہن میں صرف اتنی بات تھی کہ فیصل شہزاد
ابھی بچے ہیں اگر انہیں تسلی نہ دی گئی تو وہ
گھبرا نہ جائیں اس لئے اس نے مجبوراً تفصیلات
بتا دی تھیں۔
"ٹھیک ہے اب ہم مطمئن ہیں مگر دشمن کی
کاریں کونسی ہیں۔ شہزاد نے پوچھا۔
ایک اسٹیشن ویگن جو بالکل آپ کے پیچھے آ
رہی ہے ایک سیاہ رنگ کی کار ہے جو مسلم
اصفہانی کی کار کے تیسرے نمبر پر ہے اور ایک
سفید رنگ کی کار ہے جو ہماری پچھلی کار سے

رنگ ہے شہریار نے دشمن کی کاروں کی تفصیلات
بھی بتا دیں۔
"او کے اب آپ لوگ ہوشیار رہیں" شہزاد
نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا
شہریار نے بھی ریڈیو کا بٹن آف کر دیا اور
ودین سنبھال لی کاریں آگے پیچھے دوڑتی
ہوئی ایک ویران سی سڑک پر آ گئیں تو
شہریار چونک پڑا کیونکہ مسلم اصفہانی کی طرف سے
اس سڑک کا انتخاب کرنے سے صاف ظاہر
ہو رہا تھا کہ ان لوگوں کو بھی اپنے تعاقب
کا علم ہو گیا ہے اب سڑک پر مسلم اصفہانی
اور اس کے ساتھیوں کی کاریں موجود تھیں یا
پھر فیصل شہزاد اور شہریار کے ساتھیوں کی کاریں تھیں
اور اب شہریار کو صاف نظر آ رہا تھا کہ ان کی
کاروں کو بڑی ہوشیاری سے گھیرے میں لیا جا
رہا ہے اور پھر اس سے پہلے کہ شہریار ٹرانسمیٹر
آن کر کے اپنے ساتھیوں کو خبردار کرتا اس نے
اپنے ساتھیوں کی کاروں کو بری طرح لڑکھڑاتے ہوئے
دیکھا وہ سمجھ گیا کہ مجرموں نے ان کاروں پر

فائرنگ کر کے ان کے ٹائر پھاڑ دیئے ہیں۔ تینوں کاریں بُری طرح لڑکھڑائیں اور پھر تیز رفتاری کی بنا پر الٹتی چلی گئیں چند لمحوں بعد سڑک پر صرف مسلم اصفہانی اور اس کے ساتھیوں کی کاریں یا پھر فیصل شہزاد کی کار دوڑ رہی تھی شہریار نے ہونٹ بھینچ لئے اس کے ذہن میں فوراً یہ خیال آیا کہ دراصل غلطی اس سے ہوئی ہے جو اس نے ٹرانسمیٹر پر شہزاد کو تمام کاروں کی تفصیلات بتا دی تھیں۔ یقیناً ٹرانسمیٹر کی کال مجرموں نے بھی سن لی ہے ورنہ وہ اتنی آسانی سے کاروں کو شناخت نہ کر سکتے تھے دوسرے لمحے ٹرانسمیٹر پر سرخ بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا شہریار سمجھ گیا کہ شہزاد گھبرا کر اسے کال کر رہا ہے لیکن اس نے جواب نہ دینے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے جواب دے دیا تو مجرم یہ کال سن کر ہوشیار ہو جائیں گے اب تک تو مجرموں کو شاید ہیلی کاپٹر کے بارے میں علم نہیں ہے اور وہ یہی سمجھ رہے ہیں کہ یہ کالیں کاروں کے

درمیان ہو رہی ہیں اگر انہیں ذرا سا بھی شک ہو جاتا تو یقیناً وہ یوں سڑک پر حملہ نہ کر دیتے لیکن اب اگر کال مل گئی تو انہیں خیال آئے گا کہ ان کاروں کے علاوہ بھی کوئی چیز ان کے تعاقب میں ہے اور کال نہ ملنے سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ مجرم مطمئن ہو جائیں گے کہ کال کرنے والا کار کے تباہ ہونے کے ساتھ ہی ختم ہو گیا ہے اس لئے وہ خاموش رہا اور چند لمحے بلب جلنے بجھنے کے بعد بالکل بجھ گیا اور پھر اس نے دیکھا کہ مسلم اصفہانی کی کار ایک مضافاتی کالونی میں داخل ہو گئی ہے اور پھر وہ ایک بڑی سی کوٹھی کے گیٹ میں گھستی چلی گئی اور عین اسی لمحے فیصل شہزاد کی کار کے پیچھے آنے والی سٹیشن ویگن کی رفتار ایک دم تیز ہو گئی اور اس نے فیصل شہزاد کی کار کو تیزی سے سائیڈ میں دبانا شروع کر دیا اور اسی اثناء میں ایک اور کار دوسری سائیڈ پر آ گئی اور اب فیصل شہزاد کے پاس سوائے رکنے کے اور کوئی چارہ کار باقی نہ رہا۔

چنانچہ وہی ہوا کار رک گئی اسی لمحے تیسری کار
بھی وہاں پہنچ گئی اور پھر فیصل شہزاد اور گرگولا
کار سے باہر نکل آئے ان کے باہر آتے ہی
دس بارہ افراد کاروں میں سے نکلے اور انہوں
نے ان تینوں کو چھاپ لیا ان کے ہاتھوں میں
ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں اور پھر انہیں دھکیل کر
ایک کار میں ڈال دیا گیا اور کار انہیں لئے
ہوئے تیزی سے مڑی اور پھر سڑک پر دوڑتی
چلی گئی کار انہیں لئے ہوئے اسی پھاٹک میں
داخل ہوئی جہاں مسلم اصفہانی کی کار داخل ہوئی
تھی اور شہریار نے طویل سانس لیا وہ مجرموں
کے ہیڈکوارٹر کا پتہ چلا چکا تھا ایک لمحے کے
لئے اسے خیال آیا کہ وہ ملٹری سیکرٹ سروس
کے سربراہ کو اس کی اطلاع دے جیسا کہ رضا کاشانی
نے اسے حکم دیا تھا مگر دوسرے لمحے اس نے
اپنا خیال بدل دیا کیونکہ معاملات بے حد سنجیدہ
تھے اور فوری ایکشن چاہتے تھے جبکہ ملٹری انٹیلیجنس
سے رابطہ قائم ہوتے ہوتے اور ان کے وہاں
پہنچتے پہنچتے لے خطرہ تھا کہ مجرم فیصل شہزاد

رضا کاشانی کو ہی نہ مار ڈالیں اسے یقین تھا کہ
رضا کاشانی یقیناً وہیں موجود ہوگا چنانچہ اس نے
ری سے ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی بدلی اور پھر ڈمن
آن کر دیا اب اس کا رابطہ اس سٹیشن دیگن
سے ہو چکا تھا جس میں حفظ ماتقدم کے طور
پر اس نے بیس مسلح افراد بٹھائے ہوئے تھے
شہریار کو چونکہ علم تھا کہ مجرم اس کی کال سن
رہے ہیں اس لئے اس نے مخصوص کوڈ میں بات
کرنے کی رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا۔
"ہیلو فیلڈ آپریٹر بول رہا ہوں اوور" شہریار نے
آواز بدلتے ہوئے کہا۔
"یس انچارج سپرے ڈیپارٹمنٹ سپیکنگ اوور"
دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔
"سپرے گیس ختم ہو گئی ہے فوراً بیس سلنڈر
بھیجو تاکہ سپرے مکمل ہو سکے اوور" شہریار نے کہا
"سلنڈر کہاں بھیجنے ہیں اوور" دوسری طرف سے
پوچھا گیا۔
"ایل سی پوائنٹ پر بھجوا دو ہم وہیں سے اٹھا
لیں گے اوور" شہریار نے جواب دیا ایل۔ سی پوائنٹ

سے نکل کر بھاگتا ہوا سڑک پر آیا اور زیادہ سے زیادہ دو منٹ بعد وہ لالہ زار کالونی کے پہلے چوک پر پہنچ چکا تھا اسی لمحے اسے ادھر روڈ کی طرف سے اپنے ساتھیوں کی سٹیشن ویگن آتی دکھائی دی شہریار نے ہاتھ اٹھا کر اسے رکنے کا اشارہ کیا اور پھر سٹیشن ویگن کے رکتے ہی وہ اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ سے قریبی سیٹ پر چڑھ گیا۔

"لالہ زار کالونی کی مین روڈ پر سرخ رنگ کی کوٹھی مجرموں کا ہیڈ کوارٹر ہے ہمیں فوری طور پر وہاں ریڈ کرنا ہے"۔ شہریار نے پیچھے مڑ کر مسلح ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا اور مسلح ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ اور ڈرائیور نے سٹیشن ویگن کا رخ کالونی کی مین روڈ کی طرف موڑ دیا شہریار نے گود میں پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر کی فریکونسی ایک بار پھر تبدیل کی اور بٹن دبا دیا۔

"یس آفندی سپیکنگ اوور" چند لمحوں بعد دوسری طرف سے پائلٹ کی آواز سنائی دی۔

"میں فیلڈ آپریٹر بول رہا ہوں سلنڈر پہنچ گئے ہیں لیکن تم نے بھی ہمارے ساتھ سہرے میں

سے اس کا مطلب لالہ زار کالونی تھا اسے معلوم تھا کہ ایل سی پوائنٹ کی بات سنتے ہی سٹیشن ویگن لالہ زار کالونی کے پہلے چوک پر پہنچ جائے گی اور اگر کوئی کال سن رہا ہوگا تو یہی سمجھے گا کہ زراعتی کمپنی کے ورکر آپس میں بات چیت کر رہے ہیں۔

"اوکے چند لمحوں میں ایل سی پوائنٹ پر [illegible] سلنڈر پہنچ جائیں گے اوور" دوسری طرف سے کہا گیا

"اوور اینڈ آل" شہریار نے جواب دیا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا چند لمحوں سے وہ سمجھ گیا تھا کہ سٹیشن ویگن لالہ زار کالونی کے کہیں نزدیک ہی موجود ہے۔

"آفندی مجھے لالہ زار کالونی کے پہلے چوک کے قریب باغ میں اتار دو" شہریار نے قریب بیٹھے پائلٹ سے مخاطب ہو کر کہا اور پائلٹ نے سر ہلا کر ہیلی کاپٹر کا رخ نیچے کر دیا چند ہی لمحوں میں ہیلی کاپٹر باغ کے درمیان کھلی جگہ پر اتر گیا نیچے اترتے ہی شہریار ہیلی کاپٹر سے باہر آیا اور پائلٹ ہیلی کاپٹر دوبارہ فضا میں بلند ہوتا چلا گیا شہریار ہیلی کاپٹر

حصہ لینا ہے کیا تم تیار ہو اوور" شہریار نے کہا
"بس سر میں پوری طرح تیار ہوں اوور" دوسری
طرف سے پائلٹ نے جواب دیا۔
"او کے ٹرانسمیٹر آن رکھنا جیسے ہی میں کہوں تم نے
سپرے شروع کر دینا ہے اوور" شہریار نے کہا اور
پھر بٹن آف کر دیا چند لمحوں بعد سٹیشن ویگن
اس سرخ رنگ کی کوٹھی کے قریب پہنچ گئی شہریار
کے اشارے پر ڈرائیور نے سٹیشن ویگن ایک طرف
روک دی۔
"سنو تم اس کوٹھی کے گرد پھیل جاؤ جیسے ہی
تمہیں اوپر سے ہیلی کاپٹر کی طرف سے بم پھینکنے کی
آواز سنائی دے تم نے کوٹھی پر بموں کی بارش
کر دینی ہے اور ہر قیمت پر جلد از جلد اس کے
اندر داخل ہونا ہے اور پھر اندر جو بھی نظر آئے
اسے بھون ڈالنا قطعاً کسی کی پرواہ نہ کرنا باقی میں
خود بھی تمہیں کنٹرول کروں گا" شہریار نے انہیں سمجھاتے
ہوئے کہا اور ان سب نے سر ہلا دیئے اور پھر
وہ سب سٹیشن ویگن سے اتر گئے اور تیزی سے
کوٹھی کی ملحقہ گلیوں میں گھستے چلے گئے۔ ان سب

کے کاندھوں پر بڑے بڑے تھیلے لدے ہوئے تھے
بظاہر یہ تھیلے ایسے لگ رہے تھے جیسے سیاح
اپنا سامان تھیلوں میں باندھے پشت پر اٹھائے ہوئے
ہوتے ہیں لیکن شہریار جانتا تھا کہ ان تھیلوں میں
خوفناک بم بھرے ہوئے ہیں۔
"آؤ ہم نے پھاٹک کی طرف سے حملہ کرنا ہے"
شہریار نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا اور ڈرائیور
سر ہلا کر نیچے اتر گیا شہریار سیٹ پر بیٹھا رہا اور
پھر اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا اسے
اندازہ ہو گیا تھا کہ اب تک اس کے ساتھی کوٹھی
کے گرد مورچے سنبھال چکے ہوں گے
"آفندی سپیکنگ اوور" بٹن دبتے ہی پائلٹ
کی آواز سنائی دی۔
"کیا تم ٹارگٹ پر پہنچ چکے ہو اوور" شہریار
نے پوچھا۔
"یس باس میں سپرے کے لیے تیار ہوں اوور"
آفندی نے جواب دیا۔
"او کے پھر شروع کر دو اوور اینڈ آل" شہریار
نے کہا اور پھر بٹن آف کر کے وہ اچھل کر نیچے آ

گیا۔ دوسرے لمحے اس نے ہیلی کاپٹر کو کوٹھی کے اوپر پہنچتے دیکھا اور پھر ہیلی کاپٹر سے ایک بم نیچے گرنے لگا۔

"دوسرا آؤ" شہریار نے قریب کھڑے ڈرائیور سے کہا اور پھر وہ دونوں تیزی سے کوٹھی کے پھاٹک کی طرف دوڑنے لگے شہریار کا ہاتھ جیب میں تھا مشین گن اس کے کاندھے سے لٹکی ہوئی تھی دوسرے لمحے کوٹھی کے اندر ایک خوفناک دھماکہ ہوا ہیلی کاپٹر سے پھینکا گیا بم پھٹ گیا تھا اور اس دھماکے کے ایک لمحے بعد مسلسل دھماکے شروع ہوگئے شہریار نے بھی جیب سے ہاتھ نکالا اور بم کی پن دانتوں سے کھینچ کر پھاٹک پر دے مارا اس کے ہاتھ تیزی سے چل رہے تھے اور پھر پورا علاقہ بموں کے خوفناک دھماکوں سے گونج اٹھا شہریار کے بموں نے پھاٹک اور اس کی ملحقہ دیواروں کے پرخچے اڑا دئیے اور پھر وہ دونوں مشین گنیں سنبھال کر کوٹھی میں داخل ہوگئے۔ کوٹھی سے بھی جوابی فائرنگ شروع ہو گئی تھی لیکن شہریار اور اس کے ساتھی تو جان

کھیل رہے تھے وہ بے تحاشا فائرنگ کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے مشین گنوں کی فائرنگ کے ساتھ ساتھ وہ بے تحاشا بموں کا بھی استعمال کر رہے تھے اور نتیجہ یہ ہوا کہ زیادہ سے زیادہ چند لمحوں بعد جوابی فائرنگ دم توڑ گئی اور شہریار کی سرکردگی میں وہ سب عمارت کے اندر گھستے چلے گئے شہریار کو فیصل شہزاد اور ضیا شانی کی تلاش تھی اور پھر تھوڑی دیر بعد اس نے عمارت کے نیچے بنے ہوئے تہہ خانوں کا سراغ لگا لیا اور وہ سب تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے نیچے اترتے چلے گئے۔

جیسے ہی نقاب پوش کا ہاتھ فضا میں بلند ہوا رضا کاشانی نے ان تینوں کی طرف دیکھ کر آنکھ سے مخصوص اشارہ کیا اور اس کا یہ اشارہ فیصل شہزاد اور ڈریکولا بخوبی سمجھ گئے انہوں نے مشین گنوں کے رخ دیکھ کر ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ کمرے کی وہ دیوار جو شیشے کی بنی ہوئی ہے مشین گنوں کی زد سے باہر ہے ظاہر ہے چار بزدلوں کو یہ خطرہ ہو سکتا تھا کہ کہیں بے تحاشا فائرنگ سے وہ دیوار نہ ٹوٹ جائے اور گولیاں انہیں ہی چاٹ جائیں ویسے مشین گنوں کے اینگل اس قسم کے تھے کہ بظاہر شیشے کی دیوار بھی ان کی زد میں نظر آ رہی تھی کیونکہ شیشے کی دیوار کے مقابل کی دیوار میں بھی

مشین گنیں موجود تھیں لیکن گہری نظروں سے دیکھنے پر صاف محسوس ہو جاتا تھا کہ ان مشین گنوں کے رخ فرش کی طرف ہیں اور ان کی مار شیشے کی دیوار سے کم از کم دو فٹ پیچھے تک ہے رضا کاشانی نے یہ اینگل ایک نظر میں بھانپ لیا تھا چنانچہ اس نے ان تینوں کو اشارہ کر دیا اور پھر جیسے ہی نقاب پوش کا ہاتھ نیچے آیا ان چاروں نے اپنی جگہ سے چھلانگیں لگائیں اور پلک جھپکنے میں وہ شیشے کی دیوار کی جڑ سے آ لگے۔ کمرہ مشین گنوں کی گولیوں سے بھرنے لگا بے تحاشا گولیاں نکل رہی تھیں لیکن ان کا اندازہ بالکل درست نکلا جہاں وہ چاروں موجود تھے وہاں گولیاں نہ پڑ رہی تھیں فیصل شہزاد اور ڈریکولا تو بڑی آسانی سے چھلانگ لگا کر شیشے کی دیوار تک پہنچ گئے تھے البتہ رضا کاشانی کے ہاتھ اور پیر دونوں رسیوں سے جکڑے ہوئے تھے اس لیے بس کو چھلانگ لگانے میں

انتہائی دشواری پیش آئی اور وہ شاید پوری
طرح دیوار کے ساتھ پہنچ بھی نہ سکتا لیکن
ڈریکولا نے کمال پھرتی دکھائی تھی اس نے
ہاتھ کمر سے بندھے ہونے کے باوجود
شیشے کی دیوار سے ٹکراتے ہی اپنے جسم
کو اس طرح اچھالا تھا کہ اس کی دونوں
ٹانگیں فضا میں بلند ہوئیں اور قریب پہنچ
کر گرتے ہوئے رضا کاشانی کی گردن کے گرد
قینچی کی طرح جم گئیں پلک جھپکنے میں ڈریکولا
نے ٹانگوں کی مدد سے رضا کاشانی کو دیوار
کے ساتھ گھسیٹ لیا تھا اس طرح وہ چاروں
مشین گنوں کے دھانوں سے نکلنے والی گولیوں
سے بچ نکلے تھے۔

"دیوار ہٹا کر انہیں گولیوں سے بھون دو"
نقاب پوش نے انہیں اس طرح غیر متوقع
طور پر مشین گن کی گولیوں سے بچ نکلتے
دیکھ کر چیخ کر کہا مگر اسی لمحے ان کے
سروں پر ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور پورا کمرہ
یوں لرز گیا جیسے خوفناک زلزلے کی زد میں

آ گیا ہو اس دھماکے کے ساتھ ہی مشین گنیں
یکلخت خاموش ہو گئیں جیسے چابی بھرے
کھلونے چابی ختم ہونے پر رک جاتے ہیں۔

"باس کسی نے بم مار کر آپریشن روم تباہ
کر دیا ہے" مسلم اصفہانی نے چیختے ہوئے کہا
اور پھر شیشے کی دیوار کی دوسری طرف
بھگدڑ سی مچ گئی پہلے دھماکے کی بازگشت
ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ مسلسل اور خوفناک
دھماکوں کی آوازیں آنی شروع ہو گئیں اور
دیکھتے ہی دیکھتے شیشے کی دیوار کی دوسری طرف
موجود چاروں نقاب پوش اور مسلم اصفہانی کمرے
سے غائب ہو گئے۔

"میرا خیال ہے شہریار اور اس کے ساتھیوں
نے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کر دیا ہے" رضا کاشانی
نے کہا

"نہیں شہریار اور اس کے ساتھی تو کاروں
میں ہلاک ہو چکے ہیں یہ کوئی اور پارٹی ہے"
شہزاد نے جواب دیا ویسے وہ اپنی جگہ سچا
تھا کیوں کہ اس کا یہی خیال تھا کہ شہریار

ان کاروں میں سے کسی ایک میں موجود تھا
جو الٹ کر تباہ ہو گئی تھیں پھر اس
سے پہلے کہ رضا کاشانی کوئی جواب دیتا اس
کمرے کا اکلوتا دروازہ ایک دھماکے سے اڑ
کر کمرے کے اندر آ گرا دروازے پر
بم مارا گیا تھا اور دوسرے لمحے شہریار
اور اس کے تین مسلح ساتھی ہاتھوں میں
مشین گنیں سنبھالے اچھل کر اندر داخل ہو گئے
"شکر ہے آپ زندہ ہیں" شہریار نے رضا کاشانی
اور فیصل شہزاد کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"تم کیسے بچ گئے کار تو الٹ گئی تھی" شہزاد
نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔
"میں کار میں نہیں تھا بلکہ ہیلی کاپٹر پر
تھا" شہریار نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر
اس نے جیب سے ریوالور نکال کر شہزاد کے
ہاتھ کمرے سے علیحدہ کر کے ہتھکڑی کے جوڑ
پر نالی رکھ کر فائر کر دیا اور ہتھکڑی پرزے
پرزے ہو کر ٹوٹ گئی اور شہزاد آزاد
ہو گیا شہریار کے دوسرے ساتھیوں نے فیصل

ڈیگلا اور رضا کاشانی کو آزاد کرا لیا۔
"وہ چار بزدلوں کا پتہ چلا" رضا کاشانی نے
دروازے کی طرف لپکتے ہوئے کہا۔
"معلوم نہیں ابھی تو عمارت کی تلاشی لی
جا رہی ہے" شہریار نے جواب دیا اور پھر
سب کمرے سے باہر آ گئے اب عمارت میں
خاموشی طاری تھی پھر وہ جیسے ہی صحن میں پہنچے
انہیں دور سے پولیس کاروں کے سائرن گونجتے
سنائی دیئے۔ اور شہریار نے جیب میں ہاتھ ڈال
کر سیٹی نکالی اور دوسرے لمحے عمارت تیز سیٹی
کی آواز سے گونج اٹھی یہ وہاں موجود اس کے
ساتھیوں کے لئے سگنل تھا کہ وہ سب اب باہر
نکل کر دوڑنے کا کام کریں۔
"بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے ہمارے پاس
پاس ہیں کہ پولیس بھی ہمارے تابع ہے"
رضا کاشانی نے مسکراتے ہوئے کہا
"لیکن میں اپنے آدمیوں کو سامنے نہیں لانا
چاہتا آپ بے شک پولیس کا سامنا کریں" شہریار
نے کہا اور پھر وہ اپنے ساتھیوں سمیت دوڑتا

ہوا کوٹھی کی تباہ شدہ چار دیواری کراس کرکے
گلیوں میں غائب ہو گئے اب وسیع و عریض
عمارت کے صحن میں رضا کاشانی فیصل شہزاد
اور ڈریکولا کھڑے رہ گئے چند لمحوں بعد پولیس
کے سپاہی ہاتھوں میں ریوالور سنبھالے چاروں
طرف سے یوں کوٹھی میں داخل ہوئے جیسے مجرم
اپنی گرفتاری کے لئے ان کے انتظار میں کان
پکڑے کھڑے ہوں گے۔

"خبردار ہاتھ اٹھا لو" ایک پولیس افسر نے چیخ
کر رضا کاشانی اور فیصل شہزاد سے مخاطب ہو
کر کہا اور ان چاروں نے مسکراتے ہوئے ہاتھ
اٹھا لئے دوسرے لمحے پولیس نے انہیں چاروں
طرف سے گھیر لیا۔

"تمہارا انچارج کون ہے اس سے بات کراؤ"
رضا کاشانی نے ایک سپاہی سے مخاطب ہو
کر باوقار لہجے میں کہا۔

"اوہ رضا کاشانی تم۔ یہ سب قتل تم نے
کئے ہیں" ایک آدمی نے آگے بڑھتے ہوئے
کہا اس کے کاندھوں پر لگے ہوئے نشانوں سے

ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ پولیس فورس کا کمانڈر
ہے۔

"اوہ ہاشم سبائی تم۔ تم خود ریڈ کی قیادت
کر رہے ہو" رضا کاشانی نے بھی شاید کمانڈر کو
پہچان لیا تھا۔

"ہاں مجھے اطلاع ملی تھی کہ یہاں خوفناک
بم چل رہے ہیں اور بے تحاشا فائرنگ ہو
رہی ہے اس لئے میں خود آ گیا" ہاشم
سبائی نے کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے
کہا۔

"ہمیں تو یہاں قید کرکے لایا گیا تھا نجانے
یہ بم کس نے مارے ہیں اور گولیاں کس
نے چلائی ہیں" رضا کاشانی نے مسکراتے ہوئے
جواب دیا۔

"انہیں گرفتار کرکے اندر کسی کمرے میں لے آؤ
میں کچھ نہیں سننا چاہتا تحقیقات کے بعد جو
ثابت ہوگا ویسا ہی سلوک کروں گا" ہاشم سبائی
نے کرخت لہجے میں کہا اور پولیس کے سپاہیوں
نے انتہائی تیزی سے ان چاروں کو زمین پر

"کیا اس ہاشم کی آپ سے کوئی دشمنی ہے؟" شہزاد نے کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی رضا کاشانی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"ہاں یہ بے حد رشوت خور اور غلط آدمی ہے سفارش کی وجہ سے اتنے بڑے عہدے پر فائز ہے مجرموں سے رشوت لے کر ان کی سرپرستی کرتا ہے اور میں ان مجرموں کو بے نقاب کر دیتا ہوں اس لئے یہ مجھ سے خار کھاتا ہے اب تک تو اس کو مجھ پر ہاتھ ڈالنے کا موقع نہیں ملا دیکھو آج کیا کرتا ہے" رضا کاشانی نے جواب دیا۔

اور پھر انہیں کمرے میں بند ہوئے دس پندرہ منٹ گزرے ہوں گے کہ کمرے کا دروازہ ایک بار پھر کھلا اور ہاشم دروازہ کھول کر تیزی سے اندر داخل ہوا اس کے چہرے پر بے پناہ کرختگی نظر آ رہی تھی۔

"ہوں تم نے بے تحاشا قتل کئے ہیں تمہیں معلوم ہے عمارت میں کتنی لاشیں پڑی ہیں۔

گرا دیا اور پھر پلک جھپکنے میں ان چاروں کے ہاتھ پیچھے کر کے ایک بار پھر ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں۔

"ہاشم تمہیں اس بات کا اختیار نہیں ہے میری جیب میں ریڈ کارڈ موجود ہے حکومت امان کا ہر فرد اس کارڈ ہولڈر کا حکم بجا لانے کا پابند ہے" رضا کاشانی نے چیختے ہوئے کہا۔

"میں جب تک کارڈ نہ دیکھوں اس کا قانونی طور پر پابند نہیں ہو سکتا اور میں ابھی کارڈ دیکھنا نہیں چاہتا سمجھے" ہاشم نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"انہیں کمرے میں لے جا کر بند کر دو اگر یہ بھاگنا چاہیں تو گولی مار دینا میں دیگر حالات دیکھ کر وہاں آتا ہوں" ہاشم نے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا اور خود تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھتا چلا گیا سپاہیوں نے ان چاروں کو دھکیل کر برآمدے کے قریب ہی ایک چھوٹے سے کمرے میں بند کر دیا۔

ہاشم نے انتہائی منصلے لہجے میں رضا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تمہیں بتایا تو ہے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ ہمیں تو خود قید کر کے یہاں لایا گیا تھا" رضا کاشانی نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

"کمانڈر صاحب یہ ملک کی مجرم تنظیم کالا گلاب کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اور یہ جتنی لاشیں پڑی ہوئی ہیں یہ سب مجرموں کی ہیں اس لئے آپ ان کے مارے جانے کا الزام ہم پر نہیں رکھ سکتے" شہزاد نے پولیس کمانڈر ہاشم سبائی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ کالا گلاب کا ہیڈ کوارٹر مگر تم کون ہو؟" ہاشم سبائی نے چونک کر کہا اور اس کی تیز نظریں اب رضا سے ہٹ کر فیصل شہزاد اور ڈیکولا پر جم گئیں تھیں۔

"ہم پاکیشیائی جاسوس ہیں اور حکومت آران نے ہمیں اس تنظیم کے خاتمے کے لئے پاکیشیا سے خصوصی طور پر بلوایا ہے جار۔ میں

وزیراعظم آران کی طرف سے دیئے گئے ریڈ کارڈ موجود ہیں وزیراعظم صاحب نے کہا تھا کہ ان کارڈوں کی وجہ سے حکومت آران کا ہر فرد ہم سے تعاون کرنے کا پابند ہوگا" شہزاد نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ہوں تو تم ہو وہ جاسوس جن کی شہرت ہر جگہ ہے کمال ہے اب فٹ نٹ کے بچے بھی جاسوس بننے لگ گئے ہیں" ہاشم کا لہجہ مذاق اڑانے والا تھا۔

"کیا ان لاشوں میں سیکرٹ سروس کے چیف مسلم اصفہانی اور چار نقاب پوشوں کی لاشیں بھی موجود ہیں" رضا کاشانی نے موضوع بدلتے ہوئے ہاشم سبائی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"نہیں ایسی کوئی لاش نہیں ہے البتہ نیچے تہہ خانوں کے اندر ایک سرنگ موجود ہے جس کا دوسرا دروازہ تیسری سڑک کی ایک دکان سے نکلتا ہے وہ دروازہ کھلا ہوا ہے" ہاشم نے جواب دیا۔

"اوہ اس کا مطلب ہے کہ چار بڑے اور

مسلم اصفہانی نکل جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں
ہاشم نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔
"لیکن اب تم یہاں سے زندہ نہیں نکل
سکتے اگر تم مجھے کالے گلاب کے متعلق نہ
بتاتے تو شائد میں تمہارے خاتمے کے متعلق
نہ سوچتا لیکن اب میں کسی قیمت پر تمہیں زندہ نہیں
چھوڑ سکتا جہاں اتنی خوفناک تباہی اور اتنی بے شمار
لاشیں موجود ہوں وہاں تم چاروں کی لاشوں کے
اضافے سے کوئی فرق نہیں پڑتا" ہاشم کا لہجہ
سپاٹ تھا۔

"کیا مطلب کیا تم ہمیں مار ڈالو گے؟" فیصل
نے خوفزدہ لہجے میں پہلی بار زبان کھولی۔

"ہاں اب یہ میرے لئے لازمی ہو چکا
ہے چونکہ تم نے یہاں سے زندہ باہر نہیں
جانا اس لئے اگر میں تمہیں یہ بتا دوں تو
کوئی حرج نہیں ہے کہ میں بھی کالے گلاب
کا ممبر ہوں اس لئے مجھ پر تمہارا خاتمہ کر
دینا لازمی ہو گیا ہے" ہاشم نے سرگوشیانہ
لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر دروازے

سے باہر نکلا اور اس سے پہلے کہ وہ دروازے
کی طرف بڑھتے دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا

"اس کمرے کو بم مار کر اڑا دو جہاں تمام
عمارت بموں سے اڑا دی گئی ہے وہاں یہ کمرہ
کیوں بچ جائے" ہاشم کی چیختی ہوئی آواز دروازے
کے باہر سے سنائی دی وہ شاید کسی کو حکم دے
رہا تھا۔

"اوہ یہ بم مار کر کمرے سمیت ہمیں اڑانا
چاہتا ہے" شہزاد اور فیصل نے بیک وقت چیخ
کر کہا اور پھر وہ سب دروازے کی طرف دوڑے
مگر دوسرے لمحے ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور ایک
لمحے کے لئے ان چاروں کو یوں محسوس ہوا جیسے
ہر چیز شدید زلزلے کی زد میں آ گئی ہو۔
دوسرے لمحے کمرے کی چھت اور دیواریں ٹکڑے
ٹکڑے ہو کر فضا میں اڑتی چلی گئیں اور ان
چاروں کے دماغوں پر بھی گہری تاریکی چھا گئی
موت کی تاریکی۔

ختم شد

فیصل شہزاد اور ڈریکولا سیریز میں انتہائی دلچسپ ناول

اُلٹی چال

مصنف :- مظہر کلیم - ایم - اے

- کیا واقعی چادر بڑے اور مسلم اصفہانی بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے یا ..... ؟
- کیا رضا کاشانی، فیصل شہزاد اور ڈریکولا خوفناک بم کا شکار ہو گئے ؟
- کیا ان چاروں کے جسموں کے ٹکڑے کمرے سمیت فضا میں بکھر گئے تھے ؟
- کیا فیصل شہزاد اور رضا کاشانی کے زندہ بچ نکلنے کا کوئی امکان باقی رہ گیا تھا ..... کیسے ؟
- کیا کالا گلاب تنظیم آخر کار فیصل شہزاد کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو گئی ۔

انتہائی خوفناک ۔ لرزا دینے والی دلچسپ کہانی

ناشران :- یوسف برادرز پبلشرز بک سیلرز پاک گیٹ ملتان

بچوں کے لئے ایک دلچسپ اور منفرد کہانی

بدروحوں کا جنگل

مصنف :- ظہیر احمد

- عباس ایک عجیب و غریب مصیبت کا شکار ہو گیا ۔ وہ مصیبت کیا تھی ؟
- موکاشا جادوگر کس حال میں تھا اور وہ عباس سے کیا چاہتا تھا ۔ ؟
- آگ پری جو عباس کیلئے وبال جان بن گئی ۔ عباس نے اس سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا ؟
- عباس جو موکاشا جادوگر کے جال میں بری طرح پھنس گیا ۔ کیسے ؟
- شہزادی قمر جمال جس کی بیماری کا علاج صرف اس کی موت تھی ۔ کیا بادشاہ سلامت نے اپنی بیٹی کو قتل کر دیا ؟
- عباس سخت پہرے کے باوجود شہزادی قمر جمال کو طلسمی بوتل میں بند کرنے میں کامیاب ہو گیا ——— کیسے ——— ؟
- اور پھر عباس ہی نے شہزادی قمر جمال کو موکاشا جادوگر کے قبضے سے رہائی دلانے کا اعلان کر دیا ——— کیوں ——— ؟
- بدروحوں کا جنگل ۔ جہاں عباس کو قدم قدم پر موت کا سامنا کرنا پڑا ۔
- موت عباس کے قریب تھی اور عباس بالکل بے بس تھا ۔
- موکاشا جادوگر نے عباس کو قدم قدم پر شکست دی ——— مگر ——— ؟
- طلسماتی واقعات پر لکھی گئی ایک انوکھی اور یادگار کہانی

یوسف برادرز ۔ پاک گیٹ ملتان